جامعہ مدنیہ لاہور کا ترجمان

علمی دینی اور اصلاحی مجلہ

انوارِ مدینہ لاہور

بیاد
عالم ربانی محدث کبیر حضرۃ مولانا سید حامد میاں رحمہ اللہ
بانی جامعہ مدنیہ

نومبر
۱۹۹۸ء

نگران
مولانا سید رشید میاں مدظلہ
مہتمم جامعہ مدنیہ، لاہور

رجب المرجب
۱۴۱۹ھ

اللہ سے ڈرنے والوں کی پانچ نشانیاں

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالی سے ڈرنے والوں کی پانچ نشانیاں ہیں۔

(۱) پہلی یہ کہ اس کی نشست و برخاست انہی لوگوں کے ساتھ ہوتی ہے جو اس کے دین کو درست کرتے اور روحِ دین کو ترو تازہ کرتے ہیں

(۲) دوسری یہ کہ وہ اپنی زبان کی شرارتوں اور اپنی شرمگاہ کی خباثتوں پر پورا قابو اور کنٹرول رکھتا ہے

(۳) تیسری یہ کہ جب اسے دُنیا کی کوئی عظیم الشان چیز مل جاتی ہے تو اس پر پھولتا نہیں بلکہ اسے وبالِ جان تصوّر کرتا ہے اور جب دین کی معمولی چیز بھی حاصل ہوتی ہے تو اُسے غنیمت جان کر شادومسرور ہو جاتا ہے۔

(۴) چوتھی یہ کہ غذائے حلال کو بھی اس لیے وہ شکم سیر ہو کر نہیں کھاتا کہ کہیں اس میں حرام کا ادنیٰ شائبہ بھی نہ موجود ہو۔

(۵) اور پانچویں یہ کہ وہ دُنیا کے دوسرے تمام انسانوں کے متعلق یہ سمجھتا ہے کہ وہ سب نجات یافتہ ہیں اور فرطِ خوف کی وجہ سے اپنے متعلق اس کا یہ گمان ہوتا ہے کہ وہ ہلاک و تباہ ہو جائے گا اور پرسشِ اعمال سے بچ نہ سکے گا۔

(المنبہات علی الاستعداد لیوم المعاد مترجم، ص: ۱۱۸، ۱۱۹)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماھنامہ

انوار مدینہ

جلد : ۷ | رجب المرجب ۱۴۱۹ھ ـ نومبر ۱۹۹۸ء | شمارہ : ۲

مدیر

سیّد محمود میاں

مدرس و نائب مہتمم جامعہ مدنیہ لاہور

بدلِ اشتراک

پاکستان فی پرچہ ۱۲ روپے	سالانہ	۱۳۰ روپے
سعودی عرب، متحدہ عرب امارات دبئی	"	۵۰ ریال
بھارت، بنگلہ دیش	"	۶ امریکی ڈالر
امریکہ افریقہ	"	۱۶ ڈالر
برطانیہ	"	۲۰ ڈالر

○ اس دائرہ میں سُرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ

ماہ . . . سے آپ کی مُدتِ خریداری ختم ہوگئی ہے، آئندہ رسالہ

جاری رکھنے کے لیے مبلغ . . . . . . ارسال فرمائیں۔

ترسیلِ زر و رابطہ کیلئے دفتر ماہنامہ "انوارِ مدینہ" جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور

کوڈ ۵۴۰۰۰ فون ۲۰۱۰۸۶-۷۷۲۴۳۷۳-۷۷۲۹۶۹۱

فیکس نمبر ۷۷۲۶۶۷۰۲-۴۲-۹۲

○

سیّد رشید میاں طابع وناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر
دفتر ماہنامہ "انوارِ مدینہ" جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور سے شائع کیا۔

اِس شمارے میں

حرفِ آغاز ―― ۳

درسِ حدیث ―― حضرت مولانا سیّد حامد میاںؒ ―― ۱۸

اسلامی نظام کیوں؟ ―― مولانا عاشق الٰہی بلند شہری ―― ۲۶

نعت ―― الحاج محمود احمد عارفؒ ―― ۳۷

حضرت مولانا مرزا گل صاحبؒ ―― مولانا محمد عرفان صاحب ―― ۳۸

انوارِ مدینہ ―― حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی ―― ۵۰

سر کے گنج کو چھپانے کا طریقہ ―― ڈاکٹر مولانا مفتی عبدالواحد صاحب ―― ۵۱

شہیدانِ افغانستان ―― ۵۳

حاصلِ مطالعہ ―― مولانا نعیم الدّین صاحب ―― ۵۵

اخبار الجامعہ ―― محمد عابد متعلم جامعہ مدنیہ ―― ۶۱

بزمِ قارئین ―― ۶۲

رابطہ: دفتر کراچی

حضرت مولانا قاری شریف احمد صاحب مدظلہٗ، خطیب جامع مسجد سٹی اسٹیشن کراچی

انڈیا میں رابطے کے لیے

حضرت مولانا سیّد رشید الدّین صاحب حمیدی مدظلہ العالی، مہتمم مدرسہ شاہی مرادآباد یو۔پی۔ انڈیا

قسط : ۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ آغاز

سیّد محمود میاں

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد

روزنامہ "آواز" لاہور نے اپنی ۲۱ اکتوبر کی اشاعت میں ایک باتصویر خبر شائع کی کہ کراچی میں انٹرنیشنل امیچور باکسنگ ٹورنامنٹ کے موقع پر افغانستان کے تین باکسرز کو ٹورنامنٹ آرگنائزر کی طرف سے "شیو" نہ کرنے پر مقابلوں میں شرکت سے روک دیا گیا ... " بعد ازاں ہفت روزہ ضربِ مومن کراچی نے بھی اپنی ۲۳ تا ۲۹ اکتوبر کی اشاعت میں جلی سُرخی سے اس خبر کو شائع کیا کہ " افغانی باکسروں نے ٹورنامنٹ میں شرکت کے لیے ڈاڑھی منڈانے سے انکار کر دیا"...

کسی بھی اسلامی مُلک میں ناجائز اور غیر اسلامی شرائط پر کسی بھی قسم کے مقابلوں کا انعقاد بہت ہی دُکھ کی بات ہے بالخصوص پاکستان میں جو اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا تھا جہاں آج کل حکومت "شریعت بل" کے حوالہ سے بھی بہت سرگرم عمل ہے۔ ایسے مقابلوں کی میزبانی کسی طور پر روا نہیں ہے حق میزبانی کا کم از کم یہ تقاضہ تو تھا ہی کہ افغان باکسروں کے ایمانی موقف کی حکومتی سطح پر تائید اور بعد ازاں مقابلوں میں شریک نہ کرنے پر معذرت کر لی جاتی اور شرعی حکم کی اعلانیہ پامالی پر اللہ ربّ العزّت سے استغفار بھی کیونکہ اللہ کے غصّہ کو سچّی توبہ ٹھنڈا کر دیتی ہے۔

مقابلوں سے خارج کر کے افغان باکسروں کا تو کچھ نہیں بگاڑا جا سکا اس لیے بیس سال سے تن تنہا کفر والحاد کے مقابلہ جہادی معرکوں میں سولہ لاکھ جانوں کو قربان کر کے کلمۂ حق کو بلند کرنے

والی قوم کے سپوتوں نے کراچی میں چہروں کی زینت نبی کی سنّت کو زندہ رکھ کر وہ کارنامہ انجام دیا جو ہزار ہا ہاکسنگ کے مقابلے جیت کر بھی انجام نہیں دیا جاسکتا تھا اس شیطانی عمل کو ترک کرکے یقیناً اُنھوں نے وہ کامیابی حاصل کرلی جس کے بدلہ دُنیا و آخرت کی سرفرازی اُن کو عطا ہوئی۔

ڈاڑھی ابدیاء انبیا صلحا۔ کا طریقہ ہونے کے ساتھ ساتھ قدرت کی طرف سے عطا کردہ وہ انعام ہے جس کو "فطری حسن" کہا جاتا ہے جس کی وجہ سے مرد کو اس کی اصل وجاہت حاصل ہوتی اور وہ صنف نازک سے ممتاز ہوجاتا ہے۔ جس وقت شیطان کو بارگاہِ خداوندی سے نکالا گیا تھا تو انسان سے حسد اور دُشمنی کی وجہ سے اس نے یہ کہا تھا۔ وَلَاُضِلَّنَّهُمْ وَلَاُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ وَمَنْ يَّتَّخِذِ الشَّيْطَانَ وَلِيًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِيْنًا (القرآن پ ۵ ر ۱۵) ترجمہ: اور ان کو بہکاؤں گا اور اُن کو اُمیدیں دلاؤں گا اور اُن کو سکھلاؤں گا کہ چیریں جانوروں کے کان اور ان کو سکھلاؤں گا کہ بدلیں صورتیں بنائی ہوئی اللہ کی اور جو کوئی بنائے شیطان کو دوست اللہ کو چھوڑ کر تو وہ جا پڑا کھلے نقصان میں

حضراتِ مفسّرین نے ڈاڑھی مونڈھنے کو بھی اللہ کی بنائی ہوئی چیزوں میں شیطانی تبدیلی قرار دیا ہے۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریاؒ نے اپنے رسالہ "ڈاڑھی کا وجوب" میں ص ۴۵ پر ڈاڑھی کے بارے میں امریکن ڈاکٹر چارلس ہومر کی ایک تحریر نقل فرمائی ہے ملاحظہ فرمائیں۔۔۔ جب لوگ اپنے سروں پر بال رکھتے ہیں تو پھر چہرہ پر ان کے رکھنے میں کیا عیب ہے۔ کسی کے سر سے اگر کسی جگہ کے بال اُڑ جائیں تو اُسے اس گنج کے اظہار سے شرم آتی ہے لیکن یہ عجیب تماشا ہے کہ اپنے پورے چہرہ کو وہ خوشی سے گنجا کرلیتے اور اپنے کو ڈاڑھی سے محروم کرتے ذرا نہیں شرماتے جو کہ مرد ہونے کی سب سے زیادہ واضح علامت ہے۔ ڈاڑھی اور مونچھیں انسان کے چہرہ کو مردانہ قوّت استحکام سیرت کمال فربیت اور علاماتِ امتیاز بخشتی ہیں اور اس کا بقاء تحفّظ بھی دلیری کی بناء پر ہوتا ہے یہی تھوڑے سے بال ہیں جو مرد کو زنانہ صفات سے ممتاز بناتے ہیں عورتیں اپنے دلوں میں ڈاڑھی اور مونچھوں کی بڑی قدر رکھتی ہیں اور باطنی میں بے ریش مردوں کی بہ نسبت باریش مردوں

کی زیادہ دل دادہ ہوتی ہیں بظاہرہ تو ایسا معلوم ہوتا کہ اُن کو ڈاڑھی اور مُونچھیں اچھّی نہیں معلوم ہوتیں لیکن اس کا سبب صرف یہ ہے کہ وہ فیشن کی غلام اور رواج کے ماتحت ہُوا کرتی ہیں اور بدقسمتی سے آج کل ڈاڑھی اور مُونچھیں فیشن کی بارگاہ سے مردود ہوچکی ہیں۔ نتھنوں اور مُنہ کے سامنے تھوڑے سے بالوں کی موجودگی ایک اچھّی چھلنی کا کام دیتی ہے اور مضرت رساں خاک مٹی اور بہت سے جراثیم ناک یا مُنہ میں نہیں جانے پاتے لمبی اور گھنی ڈاڑھی گلے کو سردی کے اثرات سے بچائے رکھتی ہے۔"

". . . . ." پھر آگے لکھتا ہے" . . . .

" آخر ایک پُورے نوجوان مرد کی یہ تمنّا کیوں ہو کہ اس کا چہرہ بچّوں کا سا نظر آئے"۔ . . . . .

حضرت مولانا قاضی محمد شمس الدّین نقشبندیؒ اپنے رسالہ ڈاڑھی کی اسلامی حیثیّت میں تحریر فرماتے ہیں۔

"تاریخ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ شیطان کے اس حکم (یعنی ڈاڑھی مونڈھنے) کی تعمیل پہلے پہل "قوم لوط" نے کی، اغلباً ان کے امردوں (بغیر ڈاڑھی والے لڑکوں) کی جب ڈاڑھیاں آجاتی تھیں تو امرد ہی رہنے ـــــــ کی غرض سے وہ ڈاڑھی منڈوادیا کرتے تھے۔ سورہ انبیاء میں حضرت لوط علیہ السّلام کے قصّہ میں ہے وَلُوطًا اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا وَّنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْقَرْيَةِ الَّتِىْ كَانَتْ تَّعْمَلُ الْخَبٰٓئِثَ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فٰسِقِيْنَ (سورہ انبیاء ع ۵) ترجمہ: "اور لوط علیہ السّلام کو ہم نے علم اور حکمت عطا فرمائی اور ہم نے اُن کو اسی بستی سے نجات دی جس کے باشندے گندے بُرے کام کرتے تھے بیشک وہ بڑی بُری اور فاسق قوم تھے"۔ اس آیت کی تفسیر میں مفسّرین قرآن نے لکھا ہے کہ حضور علیہ السّلام نے فرمایا کہ عشر خصال عملتها قوم لوط بها اهلكوا ايتان الرجال بعضهم بعضا وشرب الخمور وقصّ اللحية وعفو الشارب (در منثور ج ۴ ص ۳۲۴، روح المعانی ج ۱۷ ص ۶۴، بیان القرآن ج ۷) "دس بُرے کاموں کی وجہ سے قوم لوط ہلاک کی گئی جن میں سے ایک لواطت اور شراب پینا اور ڈاڑھی منڈانا اور مونچھیں بڑھانا ہے"۔ ص ۲۹

حضرت شیخ مولانا زکریا صاحب نور اللہ مرقدہ اپنی تصنیف "ڈاڑھی کا وجوب" میں ایک عجیب واقعہ تحریر فرماتے ہیں جو طالبان ہدایت کے لیے عبرت ہے۔ فرماتے ہیں . . . . . مرزا قتیل کا قصہ

آپ نے سُنا ہوگا ان کے صُوفیانہ کلام سے متأثر ہوکر ایک ایرانی شخص اُن کا معتقد ہوگیا اور زیارت کے شوق میں سے چلا جس وقت اُن کے پاس پہنچا تو مرزا ڈاڑھی کا صفایا کر رہے تھے۔ اس نے تعجب سے دیکھا اور کہا " آغا ریش می تراشی " (جناب آپ ڈاڑھی منڈا رہے ہیں!) مرزا نے جواب دیا " بلے موئے می تراشم دلے دلے کسے نمی تراشم " (ہاں بال تراش رہا ہوں کسی کا دل تو نہیں چھیل رہا ہوں) گویا دل بدست آور کہ حج اکبر است کی طرف صُوفیانہ اشارہ کیا کہ اپنے متعلق انسان جو چاہے کرے مگر مخلوقِ خُدا کا دل نہ دکھائے، ایرانی نے بے ساختہ جواب دیا " آرے دلِ رسول می تراشی " کسی کا دل دکھانہ چہ معنی ؟ تم تو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کا دِل چھیل رہے ہو، یہ سُن کر مرزا کو وجد آگیا اور بیہوش ہوکر گر پڑے، ہوش آیا تو یہ شعر زبان پر تھا۔

جزاک اللہ کہ چشمم باز کردی مرا با جانِ جاں ہمراز کردی

. . . . مولانا نے جو شعر لکھا ہے اس کا ترجمہ یہ ہے کہ : " اللہ تعالیٰ تجھے جزاء خیر دے کہ تُو نے میری آنکھیں کھول دیں اور مجھے جانِ جاں کے ساتھ ہمراز کر دیا "

نبی اکرم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلّم اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں اس لیے حضور اقدس صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی اذیّت اللہ جل شانہ کی اذیّت ہے اس لیے حضور اقدس صلّی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلّم کا ارشاد ہے من اٰذانی فقد اٰذی اللہ تعالی " جس نے مجھے تکلیف پہنچائی اس نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف پہنچائی۔ جب غیر مسلموں کے ڈاڑھی منڈانے اور مُونچھیں بڑھانے سے حضور اقدس صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کو تکلیف پہنچی تو جو لوگ اُمّتی کہلاتے ہیں ان کے اس ناپاک فعل سے حضور اقدس صلّی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلّم کو کتنی تکلیف ہوگی۔ صـ۲۹

حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھی نے اپنی تصنیف " ڈاڑھی کی قدر و قیمت " میں ایک لطیف نکتہ تحریر فرمایا ہے جس کو نظر قارئین کرنا بہت ہی ضروری ہے۔ فرماتے ہیں : دوم آپ ترک عمل اور قطع عمل کا فرق معلوم نہیں سُنّت بلکہ نفل کا بھی یہی حکم ہے کہ شروع کرنے سے قبل تو اختیار ہے چاہے کرو یا نہ کرو، لیکن جب افتتاح ہوگیا تو اب جب تک وہ عمل اپنی حد شرعی تک نہ پہنچ جائے اسکا قطع کرنا حرام ہے نفل نماز کی نیت باندھ لیجیے اگر دو رکعت پُوری ہونے سے ایک لمحہ پہلے بھی قطع کیجیے گا تو قضا پڑھنی واجب ہوگی نفل روزہ رکھ لیجیے بھلا غروب آفتاب سے ایک منٹ قبل افطار تو کیجیے

قضاء رکھنا واجب ہوگا۔ جمعہ و عیدین کا خطبہ سُننا پہلے تو سُنّت تھا، مگر جب شروع ہوگیا تو اَب آپ پر اس کا سُننا اور تاختم شریک رہنا واجب ہے۔ پس اگر ڈاڑھی (بالفرض مان لی جائے کہ) سُنّت ہے تو اس کو نہ نکلنے دیجیے اور ایسی دوا کھا لیجیے جس سے ڈاڑھی نہ نکلے اس میں صرف ترکِ سُنّت ہوگا، لیکن جب آغاز ہوگیا تو اَب یکمشت ہونے سے ذرا قبل بھی آپ اس کو کترائیں گے تو ترکِ واجب کے مرتکب ہوں گے اور توبہ کرکے پھر اسی معین یعنی یکمشت مقدار پر اسکا پہنچانا واجب ہوگا۔ لہٰذا جب نکلے گی اور آپ اسے قطع کراتے رہیں گے مسلسل ترکِ واجب کے مرتکب ہوکر گناہوں کا بوجھ بڑھاتے رہیں گے۔ ص۳۲

ڈاڑھی کی اہمیّت اور اُس کے وجوب پر اپنی جانب سے مزید کچھ تحریر کیے بغیر ہم شیخ العرب و العجم شیخ الاسلام حضرت اقدس مولانا سیّد حسین احمد صاحب مدنی قدس سرہ العزیز کے دو خطوط اپنے اداریہ کی زینت بنا رہے ہیں اُن میں ڈاڑھی کے فلسفہ اور شرعی حیثیّت کو خُوب اجاگر کیا گیا ہے۔ فجزہ اللہ تعالیٰ خیرًا۔ یہ خطوط حضرت اقدس نوراللہ مرقدہ نے دو افراد کے خطوط کے جواب میں تحریر فرمائے تھے۔

پہلا خط

سوال: جناب مولانا صاحب، سلامت!

آداب کے بعد عرض ہے کہ مَیں آپ کو ایک تکلیف دینا چاہتا ہوں اُمّید ہے کہ آپ اپنے کثیر مشاغل کے باوجود مجھ پر کرم فرما کر جواب سے نوازیں گے۔

میں میرٹھ کالج میں پڑھتا ہوں، میں چاہتا ہوں کہ شریعت حقہ کی پابندی کروں، انھی شرعی پابندیوں میں سے ڈاڑھی ہے، جو الحمدللہ کہ میں ابھی رکھے ہُوئے ہوں، مگر مولانا صاحب! میں ڈاڑھی رکھ کر سخت پریشان ہوگیا ہوں کیونکہ کالج کی فضا میں ڈاڑھی رکھنا گویا سب اَحبّاء کے مذاق اور طعنہ ہائے دلخراش مول لینا ہے، احبّا کہتے ہیں کہ:

۱۔ ڈاڑھی سے آدمی بُرا اور جنگلی معلوم ہوتا ہے۔

۲۔ ہمارے نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ڈاڑھی رکھی تھی مگر چونکہ اُس وقت عرب میں رواج تھا اس لیے رکھی تھی، مگر اب رواج نہیں اس لیے ضروری چیز نہیں

۳۔ آج کل مقابلہ کے امتحانات میں ڈاڑھی کی وجہ سے ناکامیابی ہوتی ہے اس لیے کہ ممتحن یہ

سمجھتا ہے کہ اس کی عمر زیادہ ہے، یا یہ کہ اولڈ فیشن کا آدمی ہے۔

بہر حال یہ اعتراضات کیے جاتے ہیں۔ ان معترضین سے یہ کہنا کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ڈاڑھی رکھی تھی کافی نہیں ہوتا۔

اس لیے آپ کی طرف رجوع کرتا ہوں کہ آپ دین و دُنیا کے ماہر ہیں، آپ ڈاڑھی کی شرعی حیثیت اور اس کی حکمتیں بتلائیں تاکہ میں اوروں کو بھی بتلا سکوں۔

واقعہ یہ ہے کہ ایک مولوی صاحب سے دریافت کیا گیا تو اُنھوں نے کہا کہ ہاں مسنون ہے مگر اب ضروری نہیں، اس لیے بھی آپ کے فتوے کا منتظر ہوں اور اسی پر عمل کروں گا۔ فقط،

میرٹھ کالج کا ایک طالب علم

جواب

از شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین صاحب مدنی نوراللہ مرقدہ

محترم المقام زید مجدکم، السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

والا نامہ باعثِ سرفرازی ہوا، میں نہایت عدیم الفرصت ہوں، پھر اس پر طُرہ یہ کہ بعض بیماریوں میں مُبتلا ہو گیا۔ آج طبیعت کچھ سنبھلی ہوئی ہے تو مختصراً کچھ عرض کرتا ہوں، مگر مقصد پیش کرنے سے پہلے ایک ضروری تمہید پر آنجناب غور فرمالیں۔

(الف) ہر نظامِ سلطنت و سیاست میں مختلف شعبوں کے لیے کوئی نہ کوئی یونیفارم مقرّر ہے، پولیس کا یونیفارم اور ہے، فوج کا اور ہے، سوار کا اور ہے، پیادہ کا اور ہے، بری فوج کا اور ہے، بحری فوج کا اور ہے، ڈاک خانہ کا اور ہے، ریلوے کا اور ہے، پھر افسروں کا اور ہے ماتحتوں کا اور، اور پھر اس پر مزید تاکید اور سختی یہاں تک ہے کہ ڈیوٹی ادا کرتے وقت اگر یونیفارم میں کوئی ملازم نہیں پایا جاتا تو مستوجبِ سزا شمار کیا جاتا ہے۔ خاص بادشاہی فوجیوں کا اور یونیفارم ہے، ندماء اور وزراء و مقربین کا اور۔

یہ حال تو صرف ایک ہی سلطنت کا ہے کہ اس کے مختلف شعبوں میں علیحدہ علیحدہ یونیفارم رکھا جاتا ہے اور جس طرح ڈیوٹی دینے والا بغیر یونیفارم مجرم قرار دیا جاتا ہے اسی طرح اگر کوئی دوسرے شعبہ کا یونیفارم پہن کر آجائے اور افسروں کو اطلاع ہو جائے تو وہ بھی اُسی طرح یا اس سے زیادہ

مجرم قرار دیا جاتا ہے۔

اور جس طرح یہ امر ایک نظامِ سلطنت و حکومت میں ضروری خیال کیا جاتا ہے اسی طرح اقوام و مِلَل میں بھی ہمیشہ اس کا لحاظ رکھا جاتا ہے۔ اگر آپ تفحّص کریں گے تو انگلینڈ، فرانس، جرمنی اٹلی، آسٹریلیا، امریکہ وغیرہ کو پائیں گے کہ وہ اپنے اپنے نشانات، جھنڈے، یونیفارم علیحدہ علیحدہ رکھتے ہیں، واقف کار ہر ملک کے سپاہی کو دوسرے سے تمیز کر سکے گا اور اُسی سے میدانِ جنگ اور مُلکی و سیاسی مقامات میں امتیاز کیا جاتا ہے، ہر قوم اور ہر ملّت اپنے اپنے یونیفارم اور نشانوں کو محفوظ رکھنا ازحد ضروری سمجھتی ہے بلکہ بسا اوقات اس میں خلل پڑنے سے سخت سے سخت وقائع پیش آجاتے ہیں، کسی حکومت کے جھنڈے کو گرا دیجیے، کوئی توہین کر دیجیے، کہیں سے اکھاڑ دیجیے، دیکھیے کس طرح جنگ کی تیّاری ہوجاتی ہے یہ یونیفارم صرف لباس ہی میں نہیں ہوتا، بلکہ کبھی کبھی جسم میں بھی بعض بعض علامتیں رکھی جاتی ہیں۔ بعض قوموں میں ہاتھ یا جسم میں گودنا گودا جاتا ہے۔ بعض میں ناک یا کان چھید کر کے حلقہ ڈالا جاتا ہے۔ بعض میں بال باقی رکھے جاتے ہیں۔ بعض میں سر پر چوٹی رکھی جاتی ہے۔

الغرض یہ طریقۂ امتیاز شعبہائے مختلفہ اور اقوام و حکومت اور مِلَل کا ہمیشہ سے ... اور تمام اقوام میں اطرافِ عالم میں چلا آتا ہے اگر یہ نہ ہو تو کوئی محکمہ اور کوئی حکومت دوسرے سے متمیز نہ ہو سکے، ہم کو کس طرح معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ فوجی ہے یا مُلکی پولیس ہے یا ڈاکیہ، ریلوے کا ملازم ہے یا بحری جہازوں کا، افسر ہے یا ماتحت، جرنیل ہے یا میجر، اسی طرح ہم کس طرح جان سکتے ہیں کہ یہ شخص رُوسی ہے یا فرانسیسی، امریکن ہے یا آسٹرین وغیرہ وغیرہ، ہر زمانہ اور ہر ملک میں اس کا لحاظ ضروری سمجھا گیا اور سمجھا جاتا ہے۔

(ب) جو قوم اور جو ملک اپنے یونیفارم اور نشان کی محافظ نہیں رہی وہ بہت جلد دوسری قوموں میں منجذب ہوگئی۔ حتّٰی کہ اس کا نام و نشان تک باقی نہ رہا، ہندوستان میں یُونانی، افغان آئے، آریہ آئے تاتاری آئے، تُرک آئے، مصری اور سوڈانی آئے مگر مسلمانوں سے پہلے جو قومیں بھی آئیں آج ان میں سے کیا کوئی ملّت یا قوم متمیز ہے؟ کیا کسی کی بھی ہستی علیحدہ بتائی جا سکتی ہے سب کے سب ہندو قوم میں منجذب ہوگئے، وجہ صرف یہ تھی کہ انھوں نے اکثریت کے یونیفارم کو

اختیار کرلیا، دھوتی، چوٹی، ساڑھی، رسم و رواج وغیرہ میں انہی کے تابع ہوگئے، اسی لیے ان کی ہستی مِٹ گئی۔

باوجود اختلافِ عقائد سب کو ہندو قوم کہا جاتا ہے اور کسی کی قومی ہستی جس سے اس کی امتیازی شان ہو باقی نہیں۔

ہاں جن قوموں نے امتیازی یونیفارم کو باقی رکھا، وہ آج بھی اپنی قومیّت اور ملّیت کا تحفّظ اور امتیاز رکھتی ہیں۔ پرشین قوم ہندوستان میں آئی ہندو قوم اور راجاؤں نے ان کو ہضم کرنا چاہا، عورتوں کا یونیفارم بدلوا دیا۔ معیشت اور زبان بدلوا دی، مگر مردوں کی ٹوپی نہ بدلی گئی۔ بالآخر آج وہ زندہ قوم اور موجودہ ممتاز ملّت ہیں۔

سکھوں نے امتیازی وردی قائم کی، سر اور ڈاڑھی کے بالوں کو محفوظ رکھا، آج اُن کی قوم امتیازی حیثیّت رکھتی ہے اور زندہ قوم شمار کی جاتی ہے۔

انگریز سولھویں صدی کے آخر میں آیا تقریباً ڈھائی سو برس گزر گئے نہایت سرد ملک کا رہنے والا ہے، مگر اُس نے اپنا یونیفارم کوٹ پتلون، ہیٹ، کالر، نکٹائی اس گرم ملک میں بھی نہ چھوڑا۔ یہی وجہ ہے کہ اس کو پینتیس کروڑ والا ملک اپنے میں ہضم نہ کرسکا۔ اس کی قوم اور ملّت علیٰحدہ ملّت ہے، اس کی ہستی دُنیا میں قابلِ تسلیم ہے۔

مسلمان اس ملک میں آئے اور تقریباً ایک ہزار برس سے زائد ہوتے ہیں کہ جب سے آئے ہیں اگر وہ اپنے خصوصی یونیفارم کو محفوظ نہ رکھتے تو اسی طرح ہندو قوم میں ہضم نظر آتے، جیسے کہ مسلمانوں سے پہلے آنے والی قومیں ہضم ہوکر اپنا نام و نشان مٹا گئیں، آج بجز تاریخی صفحات کے اُن کا نشان کرۂ ارض پر نظر نہیں آتا، مُسلمانوں نے نہ صرف یہی کیا کہ اپنا یونیفارم محفوظ رکھا، بلکہ یہ بھی کیا کہ اکثریت کے یونیفارم کو مٹا کر اپنا یونیفارم پہنانا چاہا، چند ہزار تھے اور چند کروڑ بن گئے، صرف یہی نہیں کیا کہ پاجامہ کرتہ، عبا، قبا، عمامہ، دستار محفوظ رکھا، بلکہ مذہب، اسماءِ رجال و تہذیب و کلچر، رسم و رواج، زبان و عمارت وغیرہ جملہ اشیاء کو محفوظ رکھا، اس لیے ان کی ایک مستقل ہستی ہندوستان میں قائم رہی اور جب تک اُن کی مراعات رکھیں گے رہے گی اور جب چھوڑ بیٹھیں گے مٹ جائے گی۔

(ج) ہر قوم نے جب بھی ترقی کی ہے تو اس کی کوشش کی ہے کہ اس کا یونیفارم، اس کا کلچر، اس کا مذہب، اُس کی زبان دوسروں پر غالب اور دوسرے ممالک و اقوام میں پھیل جائے، آریہ قوم کی تاریخ پڑھو، فارسیوں کے کارنامے دیکھو، کلدانیوں اور عبرانیوں کی تاریخ کا مطالعہ کرو، یہودیوں اور عیسائیوں کے انقلابات کو غور سے دیکھو، دُور کیوں جاتے ہو، عربوں اور مسلمانوں کے اولوالعزم اعمال آپ کے سامنے موجود ہیں۔ عربی زبان صرف ملکِ عرب کی زبان تھی، عراق، سیریہ، فلسطین، مصر، سوڈان، الجیریا، ٹیونس فارس، صحرائے لیبیا وغیرہ میں کوئی شخص نہ عربی زبان سے آشنا تھا، نہ مذہب اسلام سے، نہ اسلامی رسم و رواج سے، مگر عربوں نے ان ملکوں میں اس طرح اپنی زبان، اپنا کلچر، اپنی تہذیب جاری کر دی کہ وہاں کی غیر مسلم اقوام آج بھی اسلامی یونیفارم، اسی کلچر، اُسی تہذیب اور اسی زبان کو اپنی چیزیں سمجھتے ہیں۔ اسرائیلی قومیں، کلدانی نسلیں، عربی خاندان، ترکی برادریاں بڑی بڑی ذاتیں وغیرہ وغیرہ ان دیار میں سب کی سب عربوں میں منہضم ہوگئی ہیں، اگر کسی کو اپنی ذات اور خاندان کا کچھ علم بھی ہے تو وہ بھی مثل خواب و خیال ہے سب کے سب اپنے کو عرب ہی سمجھتے ہیں اور عربیت کے دعویدار ہیں۔

انگلستان کو دیکھیے یہ اپنے جزیرہ سے نکلتا ہے کینیڈا، آسٹریلیا، امریکہ، نیوزی لینڈ، کیپ ٹاؤن، ساؤتھ افریقہ وغیرہ وغیرہ میں پوری جدّوجہد کر کے اپنی زبان، اپنا کلچر، اپنی تہذیب اپنا مذہب اپنا لباس وغیرہ پھیلا دیتا ہے جو لوگ اس کے مذہب میں داخل بھی ہوتے وہ بھی اس کی تہذیب اور فیشن وغیرہ میں منجذب ہو جاتے ہیں۔

اور یہی حال ہندوستان میں روز افزوں ترقی پذیر ہے۔ ہندو قوم اسی سیلاب کو دیکھ کر اپنی وہ مُردہ زبان سنسکرت جس کو تاریخ کسی طرح عام زبان ہندوستان یا کم از کم آریہ نسل کی نہیں بتا سکتی۔ آج اس کی اشاعت کی پُرزور کوشش کر رہی ہے، اس کا لکچرار کھڑا ہوتا ہے اور فی صدی پچاس یا اس سے زائد الفاظ سنسکرت کے ٹھونس کر اپنی تقریر کو ناقابلِ فہم بنا دیتا ہے خود اس کی قوم ان الفاظ کو نہیں سمجھتی اور بالخصوص اُس کا مذہبی واعظ تقریباً اسّی نوّے فی صدی الفاظ سنسکرت اور بھاشا کے بولتا ہے، مگر اس کی قوم اس کو بنظرِ استحسان ہی دیکھتی ہے، بڑے بڑے گروکل اور وِدّیا پیٹھ اس زبان مردہ کو زندہ کرنے کے لیے جاری کیے جا رہے ہیں، حالانکہ رُوئے زمین

پر کوئی قوم یا ملک اس زبان کا بولنے والا موجود نہیں ہے اور غالباً پہلے کسی زمانہ میں بھی یہ زبان عام پبلک زبان نہ تھی۔

وہ انتہائی کوشش کر رہا ہے کہ تمام ہندوستان میں اس کے قدیم رسم الخط کو جاری کیا جائے، حالانکہ وہ نہایت ناقص رسم الخط ہے وہ اپنی انتہائی کوشش کر رہا ہے کہ دھوتی باندھنا نہ چھوڑے، اس کا ایم، ایل، سی، ایم، ایل اے اسمبلی کا پریذیڈنٹ، کونسل کا پریذیڈنٹ، اس کی قوم کا جج، ڈپٹی کلکٹر، وغیرہ وغیرہ دھوتی باندھ کر سر کھول کر، قمیص پہن کر برسرِ اجلاس آتا ہے، حالانکہ دھوتی میں پائجامہ سے بدرجہا زائد کپڑا خرچ ہوتا ہے پردہ بھی پورا نہیں ہوتا، سردی اور گرمی سے بھی پوری حفاظت نہیں ہوتی۔

باوجود ان سب اُمور کے پائجامہ پہننا اختیار نہیں کرتا، چوٹی سر پر رکھنا جنیو لگانا فرض سمجھتا ہے، یہ کیا چیزیں ہیں؟ کیا یہ قومی شعار، قومی یونیفارم نہیں ہے تو کیا ہے؟ کیا اسی وجہ سے وہ اپنی ہستی کی حفاظت کی صورتیں نہیں نکال رہا ہے؟

گرونانک اور اُس کے اَتباع نے چاہا کہ اپنے تابعداروں کی مستقل ہستی قائم کریں، تو بال کا نہ مُنڈوانا ڈاڑھی کا نہ کتروانا، یا نہ مُنڈانا، لوہے کے کڑے پہننا، کرپان کا رکھنا، قومی یونیفارم بنا دیا۔

آج اس شعار پر سکھ قوم مَری جاتی ہے اس گرم ملک میں طرح طرح کی تکالیف سہتی ہے مگر بالوں کا کتروانا یا مُنڈانا قبول نہیں کرتی، اگر وہ ان چیزوں کو چھوڑ دے دُنیا سے اس کی امتیازی ہستی اور قومی موجودیت فنا کے گھاٹ اُتر جائے گی۔

مذکورہ بالا معروضات سے بخوبی واضح ہے کہ کسی قوم اور مذہب کا دُنیا میں مستقل وجود جب ہی قائم ہو سکتا ہے اور باقی بھی جب ہی رہ سکتا ہے۔ جبکہ وہ اپنے لیے خصوصیات وضع قطع میں، تہذیب و کلچر میں، بود و باش میں زبان اور عمل میں قائم کر لے۔

اس لیے ضروری تھا کہ مذہبِ اسلام جو کہ اپنے عقائد و اخلاق و اعمال وغیرہ کی حیثیت سے تمام مذاہبِ دنیا ویہ اور تمام اقوامِ عالم سے بالاتر تھا اور ہے۔ خصوصیات اور یونیفارم مقرر کرے اور اُن کے تحفّظ کو قومی اور مذہبی تحفّظ سمجھتا ہو۔ ان کے لیے جان لڑا دے، اس کی وہ خصوصیات اور یونیفارم خداوندی تابعداروں اور الٰہی بندوں کی یونیفارم ہوں جن سے وہ اللہ کے سرکشوں اور

دُشمنوں سے متمیز اور علیحدہ ہوجائے اور اُن کی بنا پر باغیان اور بندگانِ بارگاہِ الوہیت میں تمیز ہُوا کرے۔

چنانچہ یہی راز مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ کا ہے، جس پر بسا اوقات نوجوانوں کو غصّہ آجاتا ہے، اسی بنا پر جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اپنے تابعداروں کے لیے خاص خاص یونیفارم تجویز فرمایا، کہیں فرمایا:

ہم میں اور مُشرکوں میں فرق ٹوپیوں پر عمامہ باندھنے سے ہوتا ہے۔"

فَرْقٌ مَا بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْمُشْرِكِيْنَ الْعَمَائِمَ عَلَى الْقَلَانِسِ (او کما قال)

اسی بنا پر مخالفتِ اہلِ کتاب سے مانگ نکالنے میں اختیار کی گئی، اسی بنا پر ازار، پاجامہ میں ٹخنے کھولنے کا حکم کیا گیا تاکہ اہلِ تکبّر سے تمیز ہو جائے۔ اسی طرح بہت سے احکام اسلام میں پائے جاتے ہیں، جن کے بیان میں بہت طول ہے، اور جن میں یہودیوں سے نصارٰی سے، مجوسیوں سے، مُشرکوں سے امتیاز اور علیحدگی کا حکم کیا گیا ہے اور ان کو ذریعہ امتیاز بنایا گیا ہے۔

اور یہی وجہ ہے کہ عورتوں کو مَردوں اور مَردوں کو عورتوں سے علیحدہ علیحدہ یونیفارم میں دیکھنا ضروری قرار دیا گیا اور عورتوں کے یونیفارم میں رہنے والے مرد اور مَردوں کے یونیفارم میں رہنے والی عورت کو لعنت کی گئی ہے۔

انہی اُمور میں سے عربی میں خطبہ جاری کرنا بھی ہے اور انہی اُمور میں سے مُونچھ کا منڈانا اور کترانا اور ڈاڑھی کا بڑھانا بھی ہے۔

خَالِفُوا الْمُشْرِكِيْنَ وَفِّرُوا اللُّحٰى وَاحفُوا الشَّوَارِبَ (مسلم ج ۱ ص ۱۲۷، بخاری ص ۵)

"مُشرکین کی مخالفت کرو، ڈاڑھیاں بڑھاؤ مُونچھیں کٹاؤ ..."

جَزُّوا الشَّوَارِبَ وَارخوا اللُّحٰى خَالِفُوا الْمَجُوْسَ (مسلم ص ۱۲۷)

مُونچھیں کٹاؤ، ڈاڑھی بڑھاؤ، مجوس کی مخالفت کرو۔"

مَنْ لَمْ يَاْخُذْ مِنْ شَارِبِهٖ فَلَيْسَ مِنَّا (ترمذی، نسائی)

"جو مُونچھیں نہیں کٹواتا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔"

ان روایات کے مثل اور بہت سی روایتیں کتب حدیث میں موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں مشرکین اور مجوسی ڈاڑھی منڈاتے تھے اور مونچھیں بڑھاتے تھے، (جیسا کہ آج عیسائی اور ہندو قوم کر رہی ہے اور یہ امر اُن کے مخصوص یونیفارم سے تھا) بنار بریں ضروری تھا کہ مسلمانوں کو دوسرے یونیفارم کا جو کہ اُن کے یونیفارم کے خلاف ہو حکم کیا جائے۔

نیز یہ بھی معلوم ہو گیا کہ لوگوں کا ڈاڑھی منڈانے کے متعلق یہ کہنا کہ یہ حکم اُس زمانہ میں عرب کے اس رواج کی وجہ سے جو کہ اُن میں جاری تھا کہ ڈاڑھیاں بڑھاتے تھے اور مونچھیں کٹاتے تھے غلط ہے، بلکہ اس زمانہ میں بھی مخالفینِ اسلام کا یہ شعار تھا۔

جس طرح اس قسم کی روایاتِ مذکورہ بالا سے یہ معلوم ہوا کہ یہ یونیفارم مشرکین اور مجوس کا تھا، اس لیے ضروری ہوا کہ مسلمانوں کو اُن کے خلاف یونیفارم دیا جائے، تاکہ تمیز کامل ہو۔

اسی طرح حدیث عَشْرَةٌ مِّنَ الْفِطْرَةِ قَصُّ الشَّارِبِ وَاِعْفَاءُ اللِّحْيَةِ الخ (ابوداؤد وغیرہ) بتلا رہی ہے کہ بارگاہِ خداوندی کے خاص مقربین اور ندیموں (انبیاء اور مرسلین علیہم السّلام) کے یونیفارم میں سے مونچھوں کا کتروانا اور ڈاڑھی کا بڑھانا ہے کیونکہ انہی اُمور کو اس جگہ فطرت کہا گیا ہے جو کہ انبیاء علیہم السّلام کے شعار میں سے تھے، جیسا کہ روایتوں میں بجائے لفظ فِطْرَةٌ کے وَمِنْ سُنَنِ الْمُرْسَلِيْنَ، یا اس کے ہم معنی لفظ آتے ہیں۔

خُلاصہ

یہ نکلا کہ یہ ایک خاص یونیفارم اور شعار ہے کہ مقربانِ بارگاہِ الوہیت کا ہمیشہ سے یونیفارم رہا ہے اور پھر دوسری قومیں اس کے خلاف کو اپنا یونیفارم بنائے ہوئے بھی ہیں (جو کہ اللہ تعالیٰ کے قوانین کو توڑنے والی ہیں اور اس سے بغاوت کرنے والی ہیں) اس لیے دو وجہ سے اس یونیفارم کو اختیار کرنا ضروری ہوا۔

علاوہ ازیں ایک محمدی کو حسبِ اقتضاءِ فطرت اور عقل لازم ہونا چاہیے کہ وہ اپنے آقا کا سا رنگ ڈھنگ، چال چلن، صورت و سیرت، فیشن، کلچر وغیرہ بنائے اور اپنے محبوب آقا کے دشمنوں کے فیشن اور کلچر سے پرہیز کرے۔ ہمیشہ عقل اور فطرت کا تقاضا یہی رہا ہے اور یہی ہر قوم اور

ملک میں پایا جاتا ہے۔

آج یورپ سے بڑھ کر روئے زمین پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کا دشمن کون ہے؟ واقعات کو دیکھیے، اُس بناء پر جو اُن کے خصوصی شعار اور فیشن ہیں، ہم کو اُن سے انتہائی تنفر ہونا چاہیے، خواہ وہ کرزن فیشن ہو یا گلیڈ اسٹون فیشن ہو خواہ وہ فرنچ فیشن ہو یا امریکن، خواہ وہ لباس سے تعلق رکھتا ہو یا بدن سے، خواہ وہ زبان سے متعلق ہو یا تہذیب و آداب سے ہر جگہ اور ہر ملک میں یہی امر طبعی اور فطری شمار کیا گیا ہے کہ دوست کی سب چیزیں پیاری معلوم ہوتی ہیں اور دشمن کی سب چیزیں مبغوض اور اوپری بالخصوص جو چیزیں دشمن کی خصوصی اور شعار ہو جائیں۔

اس لیے ہماری جدّوجہد اس میں ہونی چاہیے کہ ہم غلامانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کے فدائی بنیں، نہ کہ غلامانِ کرزن و ہارڈنگ و فرانس و امریکہ وغیرہ۔

باقی رہا امتحانِ مقابلہ یا ملازمتیں یا آفس کے ملازموں کے طعنے وغیرہ تو یہ نہایت کمزور امر ہے سکھ امتحانِ مقابلہ بھی دیتے ہیں، چھوٹے اور بڑے عہدوں پر بھی مقرر ہیں۔ اپنی وردی پر مضبوطی سے قائم ہیں، کوئی اُن کو ٹیڑھی اور بھینگی آنکھ سے نہیں دیکھ سکتا، باوجود اپنے قلیل التعداد ہونے کے سب سے زیادہ ملازمتیں اور عہدے لیے ہوئے غرّا رہے ہیں۔

اسی طرح ہندوؤں میں بھی بکثرت ایسے افراد اور خاندان پائے جاتے ہیں، پٹیل کی ڈاڑھی کو دیکھیے، برہمو سماج وغیرہ کے بہت سے بنگالیوں اور گجراتیوں کا معائنہ کیجیے، یہ سب باتیں ہماری کمزوریوں کی ہیں۔

ننگِ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ

افغانی باکسروں کو ڈاڑھی رکھنے کی پاداش میں مقابلوں سے خارج کرنے پر ہم اپنا احتجاجی ادارہ پاکستان کی بااختیار شخصیات کی خدمت میں پیش کرنے کی اپنی اس جسارت بلکہ دانستہ حماقت پر

؎ حضرت اقدسؒ کا دوسرا خط آئندہ شمارے میں ملاحظہ فرمائیں۔ (مدیر)

خود ہی حیرت زدہ ہیں کیونکہ سالہا سال سے صبح اُٹھ کر سب سے پہلے سُنّتِ نبوی کی پامالی جن کی زندگی کا حصّہ بن چکا ہو وہ بجز کاتب کی سودائی کے کیا فیصلہ صادر فرمائیں گے والی اللہ المشتکی مگر اصل میں یہ معاملہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں پیش ہے کہ ہدایت و اصلاح کی کنجیاں اسی کے ہاتھ میں ہیں اور اجر و ثواب کی اُمید بھی اسی کی ذات سے وابستہ ہے۔ وما علینا الا البلاغ المبین۔

اگرچہ بُت ہیں جماعت کی آستینوں میں
مجھے ہے حکمِ اذاں لا الٰہ الّا اللہ

○ آٹھ اکتوبر کو چکوال میں ایک افسوس ناک فائرنگ کے واقعہ میں ڈی ایس پی چکوال چودھری محمد یُوسف ہلاک ہو گئے بعد ازاں چکوال انتظامیہ کی جوابی کارروائی میں تحریک خدام اہلِ سُنّت والجماعت کے قائد حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہ اور دیگر بہت سے عہدیداروں کو پولیس نے گرفتار کر لیا۔ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہم کی ذات پاکستان میں کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ پیرانہ سالی اور بہت سے امراض کے باوجود آپ حقوق اہلِ سُنّت کے تحفّظ کے لیے ہمہ وقت فکرمند رہتے ہیں آپ آئینی و اخلاقی حدود کے اندر رہتے ہوئے مثبت انداز میں خدمات انجام دے رہے ہیں اور سبھی حضرات آپ کی وجاہت و درویشی کی وجہ سے آپ کو عزّت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ایسی بزرگ شخصیت کو اس قسم کے مقدمات میں ملوّث کرنا بہت ہی افسوس اور قابل مذمّت امر ہے۔ ہمارا مطالبہ ہے کہ حضرت کو فی الفور رہا کیا جائے اور ہائی کورٹ کے جج کے ذریعہ اس واقعہ کی غیر جانبدارانہ تحقیق کرائی جائے اور جب تک حضرت مولانا کی رہائی عمل میں نہیں آجاتی تب تک اُن کے شایان شان جیل میں اے کلاس میں رکھا جائے۔

○ گزشتہ ماہ ۱۷ اکتوبر کی صبح کراچی میں مشہور طبیب، ہمدرد فاؤنڈیشن کے صدر، سابق گورنر سندھ جناب حافظ حکیم محمّد سعید صاحب دہلوی کو آرام باغ کے علاقہ میں ہمدرد کے قدیم مطب کے سامنے نامعلوم دہشت گردوں نے فائرنگ کر کے شہید کر دیا۔ مرحوم بہت خوبیوں کے مالک وضع دار انسان تھے۔ آپ کی بے مثال قومی خدمات نے آپ کو ہر دل عزیز بنا دیا تھا حکیم صاحب کے اس ظالمانہ قتل پر ہر آنکھ اشک بار ہے۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کی خدمات

کا اچھے سے اچھا صلہ اُن کو آخرت میں عطا فرمائے اور اپنے جوار میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین

○ اسی روز اسلام آباد میں دن کے پونے بارہ بجے دہشت گردی کی دوسری کارروائی میں ممتاز عالم دین، مرکزی رویت ہلال کمیٹی کے چیئرمین مرکزی مسجد اسلام آباد کے خطیب مولانا عبداللہ صاحب کو انتہائی بے دردی سے شہید کر دیا گیا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مولانا ہر دلعزیز اور بہت سی خوبیوں کے مالک تھے۔ ان کی دینی خدمات کو ہر شخص قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ ایک بے ضرر عالم دین کا اس طرح ظالمانہ قتل ہر محبِّ وطن کے لیے لمحہ فکریہ جبکہ حکمرانوں کے دامن پہ نہ مٹنے والا داغ ہے۔ ہمارا حکومت سے پُرزور مطالبہ ہے کہ ہر دو شہداء کے قاتلوں کو فوری طور پر گرفتار کر کے عبرت ناک سزا دی جائے۔ اللہ تعالیٰ مولانا کو بلند درجات عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل۔ آمین

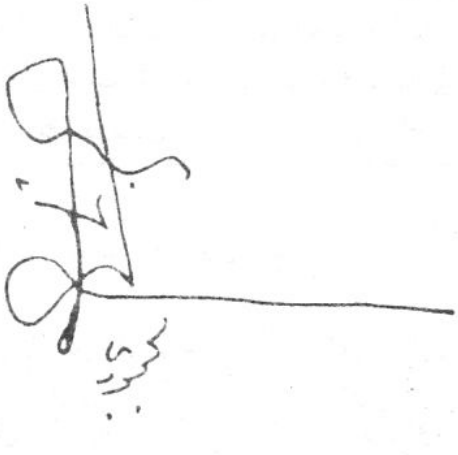

اعلان

اُن حضرات کو ایک سال کے لیے مفت رسالہ جاری کیا جائے گا۔ جو رسالہ کے سات خریدار بنائیں گے۔

(ادارہ)

مولای صل وسلم دائما ابدا علی حبیبک خیر الخلق کلہم

درس حدیث

استاذ العلماء شیخ الحدیث حضرت مولانا سید حامد میاں رحمہ اللہ کے زیرِ اہتمام ہر اتوار کو نمازِ مغرب کے بعد جامعہ مدنیہ میں "مجلسِ ذکر" منعقد ہوتی تھی۔ ذکر سے فارغ ہو کر حضرت رحمہ اللہ حدیث شریف کا درس بھی دیا کرتے تھے۔ ذکر و بیان کی یہ مبارک اور رُوح پرور محفل کس قدر جاذب و پُرکشش ہوتی تھی الفاظ اس کی تعبیر سے قاصر ہیں۔

محترم الحاج محمود احمد عارف رح کی خواہش و فرمائش پر عزیز بھائی شاہد صاحب سلمہ نے حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کے بہت سے دروس ٹیپ ریکارڈر کے ذریعہ محفوظ کر لیے تھے اور پھر دروس والی تمام کیسٹیں اُنہوں نے مولانا سید محمود میاں صاحب کو عطا کر دیں۔

ہماری دُعا ہے کہ جن کی مہربانی، توجہ اور سعی سے یہ انمول علمی جواہر ریزے ہمارے ہاتھ لگے، حق تعالیٰ اُن سب کو بیش از بیش اَجر سے نوازے۔ ہم انشاء اللہ تعالیٰ قیمتی لؤ لؤ لالا "انوارِ مدینہ" کے ذریعہ حضرت رحمہ اللہ کے مریدین و احباب تک قسط وار پہنچاتے رہیں گے۔

واضح رہے کہ حضرت کے خلفِ اکبر او رجانشین حضرت مولانا سید رشید میاں صاحب کے زیرِ اہتمام ذکر و درس کا یہ سلسلہ بفضلہ تعالیٰ اَب بھی جاری ہے۔

هنوز آں ابرِ رحمت در فشاں است خم و خمخانہ با مہر و نشان است

کیسٹ نمبر ۲۳ سائیڈ اے ۲۹-۷-۸۳

الحمد للہ رب العٰلمین والصّلوٰۃ والسّلام علیٰ خیر خلقہ سیّدنا ومولانا محمّد وّآلہٖ واصحابہ اجمعین

اما بعد! عَنْ عَلِیٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْکَ مَثَلٌ مِّنْ عِیْسٰی اَبْغَضَتْہُ الْیَھُوْدُ حَتّٰی بَھَتُوْا اُمَّہٗ وَاَحَبَّتْہُ النَّصَارٰی حَتّٰی اَنْزَلُوْہُ بِالْمَنْزِلَۃِ الَّتِیْ لَیْسَتْ لَہٗ ثُمَّ قَالَ یَھْلِکُ فِیَّ رَجُلَانِ مُحِبٌّ مُّفْرِطٌ یُقَرِّظُنِیْ بِمَا لَیْسَ فِیَّ وَمُبْغِضٌ یَّحْمِلُہٗ شَنَاٰنِیْ عَلٰٓی اَنْ یَّبْھَتَنِیْ [1]

ترجمہ: "حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ایک مرتبہ مجھے مخاطب کر کے فرمایا تم میں عیسٰی علیہ السّلام سے ایک طرح کی مشابہت ہے، یہودیوں نے اُن سے بغض وعناد رکھا تو اتنا زیادہ رکھا کہ اُن کی ماں (مریم) پر (زنا کا) بہتان لگا دیا اور عیسائیوں

---

[1] مشکوٰۃ شریف ص ۵۶۵

نے اُن سے محبت و وابستگی قائم کی تو (اتنی زیادہ اور غلو کے ساتھ قائم کی کہ) اُن کو اس مرتبہ و مقام پر پہنچا دیا جو اُن کے لیے ثابت نہیں ہے۔ (یعنی اُن کو اللہ کا بیٹا قرار دے دیا) یہ حدیث بیان کرنے کے بعد حضرت علی رضؓ فرماتے ہیں کہ مجھے یقین ہے کہ اس ارشاد کے مطابق حضرت عیسٰی علیہ السّلام کی طرح میرے بارے میں بھی دو طرح کے لوگ ہو جائیں گے ایک تو وہ ہوگا جو مجھ سے محبّت رکھنے والا ہوگا اور اُس میں حد سے تجاوز کرنے والا ہوگا اور مجھ کو اُن خوبیوں کا حامل قرار دے گا جو مجھ میں نہیں ہوں گی اور دوسرا وہ ہوگا جو مجھ سے بغض و عناد رکھنے والا ہوگا، اور میری دشمنی سے مغلوب ہو کر مجھ پر طرح طرح کے بہتان باندھے گا۔"

حضرت علی کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْہَہٗ سے جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: فِیْکَ مَثَلٌ مِنْ عِیْسٰی تمہارے اندر مشابہت ہے حضرت عیسٰی علیہ السّلام سے اَبْغَضَتْہُ الْیَھُوْدُ یہودیوں نے اُن سے نفرت کی حَتّٰی بَھَتُوْا اُمَّہٗ حتّٰی کہ اُن کی والدہ پر بہتان لگایا، اور یہ کہا کہ بے شادی کے کیسے پیدائش ہوئی؟ وَ اَحَبَّتْہُ النَّصَارٰی اور نصارٰی نے اُن سے محبّت کی اور اُس میں حد سے آگے بڑھ گئے۔ حَتّٰی اَنْزَلُوْہُ بِالْمَنْزِلَۃِ الَّتِیْ لَیْسَتْ لَہٗ اور اُس درجہ تک اُن کو پہنچا دیا جو درجہ اُن کا نہیں، یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد نقل فرمایا اور مَیں نے (پچھلے درس میں) عرض کیا تھا کہ بہت سی ایسی چیزیں ہیں جو آگے آنے والی تھیں اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اُن کے بارے میں خبر دی کہ یہ بات ہونے والی ہے ایسے ہوگا ایسے ہوگا، صحابہ کرام کو اُن کے ذاتی حالات کے بارے میں اُمّت کو مجموعی حالات کے بارے میں، یہ جو فتنے آنے والے تھے یعنی خانہ جنگی اس کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ یہ اُتر رہے ہیں۔ مَیں دیکھ رہا ہوں اَیْقِظُوْا صَوَاحِبَ الْحُجَرِ مَاذَا اُنْزِلَ اللَّیْلَۃَ مِنَ الْخَزَائِنِ وَمَاذَا اُنْزِلَ مِنَ الْفِتَنِ کتنے خزانے اُترے اور کتنے فتنے اُترے اور فرمایا کہ اِنہیں اُٹھاؤ یہ سو رہی ہیں عورتیں، اہلِ بیت ازواجِ مطہرات اور فرمایا رُبَّ کَاسِیَۃٍ فِی الدُّنْیَا عَارِیَۃٌ فِی الْاٰخِرَۃِ بہت ایسی ہیں جنھوں نے آج لباس پہن رکھا ہے قیامت کے دن وہ لباس اُن پہ نہیں ہوگا۔ ننگی ہوں گے، تو اس سے ڈرتے رہے تو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے خاص خاص واقعات کی جو قیامت تک آنے والے ہیں۔ نشاندہی فرمائی ہے اور وہ صحابہ کرام نے ہمیں پہنچائے۔ ہم تک پہنچے ہیں۔ احادیث میں موجود ہیں۔ اُس وقت بھی جو چیزیں تھیں وہ پیش آتی رہیں، ذکر آتا رہا اُن کا پیش آنے سے پہلے بھی ذکر آتا رہا

اُن کا، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تمہارے اندر مشابہت حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی ہے اس طرح کہ جو اُن کے ساتھ ہوتا رہا وہ تمہارے ساتھ بھی ہوگا اُن کے ساتھ یہ ہوا کہ کچھ نے نفرت کی تو اُنہیں کہہ دیا کہ یہ ناجائز اولاد ہے معاذ اللہ، اور کسی نے محبت کی تو اُنھیں کہہ دیا کہ یہ خدا کا بیٹا ہے یہ خدا ہے اُن کی والدہ کو کہہ دیا کہ یہ خدا کی بیوی ہے، یہ واقعہ یہ روایت سُنانے کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا یَھْلِکُ فِیَّ رَجُلَانِ میرے بارے میں دو قسم کے آدمی برباد ہوجائیں گے ایک مُحِبٌّ مُفْرِطٌ جو محبّت میں غلو کرے بڑھ جائے حد سے آگے یُقَرِّظُنِیْ بِمَا لَیْسَ فِیَّ میری طرف وہ باتیں منسوب کرے جو مجھ میں نہیں ہیں اور دوسرا مُبْغِضٌ جو بغض رکھے مجھ سے، یَحْمِلُہٗ شَنَاٰنِیْ اُس کو میرا بغض مجبور کرتا ہے اُبھارتا ہے عَلٰی اَنْ یَّبْھَتَنِیْ کہ وہ میرے اُوپر بہتان باندھے الزام تراشی کرے جھوٹی باتیں میرے بارے میں منسوب کرے پھر ہوا بھی اسی طرح، پہلے وہ فرقہ پیدا ہُوا جس نے حضرت علی کرّم اللہ وجہہ کی تعریف و توصیف کی وہ عبداللہ بن سبا تھا اُسے ابن سوداء بھی کہتے ہیں یعنی اُس کی ماں جو تھی وہ سیاہ رنگ کی ہوگی تو ابن سوداء کہلاتا تھا وہ رہا مختلف جگہوں پر مصر میں اُس کا کام زیادہ بنا، اور مصر سے پھر اُس نے لوگوں کو بھیجا، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو گھیرنے والوں میں جو مدینہ میں داخل ہو گئے تھے۔ تین طرح کے لوگ تھے ایک مصر کے ایک کوفہ کے ایک بصرہ کے تو جو مصر کے لوگ تھے اُن میں وہ بھی تھا اور مصر کے جو لوگ تھے اُنھوں نے گھیراؤ کیا ہے اُن کے گھر کا "دار" جسے کہا جاتا ہے بڑا گھر تھا، تو اُس کا گھیراؤ انھوں نے کیا تھا وہ مصری تھے جنھوں نے اُنھیں شہید کیا وہ مصری تھے۔ مصر سے آتے ہُوئے تھے وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام لیتے تھے اور اُن کی محبّت کا دم بھرتے تھے اُن میں یہ ابن سبا بھی تھا، لیکن حقیقت کیا تھی؟ حقیقت یہ تھی کہ یہ لوگ صحابۂ کرام کو نہیں مانتے تھے، تو بات یہی ہے کہ جو صحابۂ کرام کو مانے گا وہ ٹھیک ہے اور جو نہیں مانے گا وہ غلط ہے، رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ میری اُمّت بہتّر فرقوں میں بٹ جائے گی اور اُن میں سے ایک فرقہ نجات پائے گا باقی نہیں پُوچھا گیا وہ کون سا ہے؟ فرمایا مَا اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِیْ جس راستہ پر میں ہوں اور میرے صحابہ ہیں تو جس راستے پر میں اور میرے صحابہ ہیں وہ ٹھیک ہے باقی غلط، باقی سب کے سب نارؔ کے مستحق ہوجائیں گے، خدا بخش دے تو الگ بات ہے ورنہ گویا بدعتی فرقے پیدا ہوجائیں گے۔ رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے اس ارشاد کی روشنی میں دیکھا جائے تو ان لوگوں کا حال خراب تھا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے موافق تھے اور غلو تھا وہ بھی

اس پر عمل نہیں کر رہے تھے کیونکہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دشمن تھے اور بات حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بھی نہیں مانتے تھے وہ تو نام استعمال کر رہے تھے صرف، ورنہ بات ماننی چاہیے اگر وہ بات مانتے ہوتے تو یہ بات ہی نہ ہوتی کہ اُنھیں شہید کر دیں، وہ تو مدینہ شریف پر جبری طور پر قبضہ کر کے چھا گئے۔ بعد میں دَور آیا یہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ایک مقابلہ ہُوا بصرہ میں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت طلحہ رض حضرت زبیر رض اِن لوگوں نے یہ سوچا کہ ہم حضرت عثمان اللہ عنہ کو شہید کرنے والے جو لوگ ہیں اُن کو مارتے ہیں چل کر اُن سے انتقام لیں تو یہ آپ کو معلوم ہے قاعدہ کہ جو حاکمِ وقت ہو انتقام لینے کا ذریعہ وہی بنتا ہے۔ خود کسی کو حق نہیں ہے کہ انتقام لے لے، دنیا بھر میں ہر ملک میں چھوٹا ہو یا بڑا۔ ہر جگہ یہ قانون ہے کہ بدلہ لینے کے لیے استعمال کرنا پڑتا ہے۔ فقط حکومت کو باقی کوئی ذریعہ نہیں تو بدلہ لینے کے لیے ذریعے بنتے تو حضرت علی رض بنتے نہ کہ خود وہ بدلہ لے لیں، یہی بس اُن سے چوک ہوئی ہے جیسے کہنا چاہیے نظر اُن کی چوک گئی اور وجہ اُس کی غصہ تھا اُن لوگوں پر جنھوں نے یہ فعل کیا اُس غصہ میں اُن کی سمجھ میں یہی آیا کہ ان کا بدلہ لیں، ہم لے سکتے ہیں لشکر ترتیب دے لیں گے اور لڑیں گے، لشکر ترتیب دیا لڑے اور بصرہ پہنچے وہاں بصرہ پر قبضہ کر لیا اُن میں کچھ کو مار دیا کچھ بھاگ گئے ایک سرغنہ تھا وہ بھاگ گیا وہ ہاتھ ہی نہیں آیا اپنے قبیلے میں چلا گیا قبیلے والوں نے کہا کہ ہم نہیں دیں گے اِس کو اب اُن سے لڑیں گے قبیلے والوں سے لڑیں اس کو لینے کے لیے تو پھر اشکال یہ پڑ رہا تھا۔ اس قبیلے کے حمایتی قبیلے اُٹھ کھڑے ہوں گے تو وہ بن جاتے تھے چھ ہزار آدمی اور پھر اور آگے اگر بڑھ جائیں تو بہت زیادہ بن جاتے ہیں اس جگہ جا کر ان لوگوں کا معاملہ بھی اٹک گیا اتنے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی پہنچ گئے وہاں گفتگو ہوئی اُن سے، اُنھوں نے کہا کہ چاہتے تو ہم بھی ہیں کہ ان لوگوں سے بدلہ لیا جائے لیکن یہ تو بہت مُشکل ہے اور ایک بات یہ ہے کہ جو قاتلین عثمان غنی رضی اللہ عنہ تھے۔ جنھوں نے ارتکابِ قتل کیا وہ تو سارے کے سارے مارے گئے تھے وہیں مارے گئے تھے۔ کیونکہ جب عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے چوٹ لگی ہے سرِ مبارک پر تو پھر اُن کی بیوی آگئیں اور بچانے گئیں اُس وقت جو بیوی نے نے بُلایا تو پھر وہ لوگ آگئے مدد کے لیے، ورنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے منع کر دیا تھا کہ کوئی آدمی میرے لیے تلوار نہ اُٹھائے نہ لڑے، مارتے ہیں تو مار دیں اور فرمایا جو غلام میرا ہتھیار پھینک دے وہ آزاد ہے تو بہت سختی سے منع فرما دیا کہ بالکل یہ نہ ہو لیکن جب وہ بیہوش ہو گئے بیوی آئیں بیوی کے چوٹ لگی اور

اُنھوں نے آواز دی تو وہ لوگ آگئے اور آئے تو یہ قاتلین تین چار آدمی تھے جو حملہ کر رہے تھے اُن کی ذاتِ مُبارک پر یہ لوگ جب شہید کر چکے تو پھر اُن سے جھگڑا ہُوا ان سے اُن کی تلوار کے ساتھ لڑائی ہوئی اور اُس نے یہ سارے کے سارے جن جن کے نام آتے ہیں فلا نے فلا نے فلا نے یہ تو سب مارے گئے تھے۔ اُن میں سے تو کوئی بچا نہیں اب مسئلہ یہ ہے کہ یہ بغاوت تھی خلیفہ کے خلاف باغی جو قتل کر دیتے ہیں۔ بغاوت کے دوران کیا اُس کا بدلہ لیا جائے گا یا نہیں ؟ یہ ایک مسئلہ تھا اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ طے کیا کہ باغیوں سے بدلہ نہیں لیا جائے گا۔ بغاوت کے دوران جو قتل کیے ہیں انھوں نے اس کے بعد جب وہ ہتھیار ڈال رہے ہیں تو پھر بدلہ نہیں لیا جائے گا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دَور میں بھی ایسے ہی ہُوا ہے۔ بغاوتیں ہوئی ہیں زکواۃ دینے سے بھی انکار کیا ہے کفر بھی کیا ہے قبائل نے لڑے بھی ہیں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اُن سے بدلہ نہیں لیا۔ جانی بدلہ نہیں لیا کہ اتنے آدمی ہمارے مارے گئے اتنے ہم تمہارے ماریں گے یہ نہیں کیا ، اور ہڑبونگ جب ہوتی ہے تو پتہ بھی نہیں چلتا کہ کون کسے مار رہا ہے ؟ جزاؔ خہ ایک جگہ ہے وہاں سے ایک وفد آیا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اُن سے فرمایا کہ یا تو تیّار ہو جاؤ تم لوگ حربِ مُجلیہ پر یا سِلم مُخزِیَہ پر حربِ مُجلِیَہ کا مطلب یہ ہے کہ لڑائی جو جِلاوطن کر دے ختم تمہارا کام اور سِلم مُخزِیَہ وہ صلح جس میں تم رسوا اور ذلیل ہو تو ان لوگوں نے کہا کہ ہم حرب مُجلیہ تو سمجھ گئے کہ لڑائی ہو گھر سے بے گھر ہو جائیں گے اور یہ کہ صلح ہو اور اُس میں رُسوائی ہو یہ کیا ہے ؟ اُنھوں نے فرمایا ایک تو یہ کہ تم ہمارے جتنے شہید ہوئے۔ اُن سب کی دیت دو گے جتنوں کو مارا ہے اُن سب کی دیت دو دو پیہ دو مقتولین کو، اَنْ تَدُوْا قتلٰنا اور یہ کہ ہم اعلان کریں گے تم مانو گے اِسے کہ قَتْلٰنَا فِی الْجَنَّۃِ وَ قَتْلٰکُمْ فِی النَّارِ ہمارے مقتولین جنّت میں گئے اور تمہارے مقتولین جہنّم میں گئے۔ پھر فرمایا حتی یرِیَ اللّٰہُ خلیفۃ رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم حتی کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم کے خلیفہ کو تمہارے بارے میں پوری بات کوئی ذہن میں ڈالے اس وقت تمہاری سزا یہ ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جناب کی یہ بات تو ٹھیک نہیں ہے۔ کیونکہ جو لوگ جنّت میں چلے گئے اور شہید ہو گئے تو کبھی رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے شہیدوں کی دیت مدمقابل آدمیوں سے طلب نہیں فرمائی تو اُنھوں نے فرمایا کہ یہ ٹھیک ہے اور اصل میں بغاوت

بھی دشمنی ہے جیسے دشمن سے لڑنا ویسے ہی باغی سے لڑنا ایک ہی بات ہے وہ بھی گولی چلائے گا وہ بھی تلوار ہی چلاتا تھا اور اب جہاں بھی بغاوت ہوتی ہے وہاں یہی ہوتا ہے کہ یا وہ یا وہ دونوں میں سے ایک، تو بغاوت جو ہے وہ بڑی سخت چیز ہے وہ ایسے ہی ہے جیسے دشمنی تو اُس پر بظاہر احکام بھی وہی لگائے جائیں گے اس لیے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب یہ کہا تو اُنھوں نے پھر اسے مان لیا کہ یہ بات ٹھیک ہے چلو ہم اُن سے دیت نہیں لیتے اور دوسری یہ سلم تھی صلح تھی مخزیہ جس میں رُسوائی ہو رُسوائی کیا کہ تم ہمیں یہ ہتھیار دے دو تو ہتھیار سارے چھین لیے گئے۔ ہتھیار تم کوئی نہیں رکھ سکتے اُنھوں نے یہ بھی مان لیا۔ دوسرے اُنھوں نے کہا شہروں میں نہیں رہو گے تم جنگلوں میں رہو گے اور جانور چراؤ گے حتّٰی کہ تمہارے بارے میں کوئی بات واضح طور پہ میری سمجھ میں آجائے یہ ان کو فرمایا تو جناب آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے پہلے خلیفہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں، اُنھوں نے باغیوں کے بارے میں یہ فیصلے کیے اور اجماع ہوا اس پر سب متفق ہوئے، سب کا اتّفاق رائے ہوا، وہی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بھی رائے تھی کہ باغیوں سے انتقام نہیں لیا جا سکتا، اور سچ مچ یہ ناممکن ہوتا ہے، نہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لیا نہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جو پہلے خود باغیوں کے قتل کا مطالبہ کر رہے تھے جب وہ حکومت پر آئے ہیں اُنھوں نے بھی نہیں لیا، ورنہ بعد میں وہ (انتقام) لیتے اگر اُن کا مسلک (اب بھی) وہ تھا تو معلوم ہوتا ہے کہ اُنھیں بھی اپنا مسلک بدلنا پڑا کہ واقعی باغیوں سے بدلہ نہیں لیا جا سکتا کیونکہ اُس میں وہ فساد پیدا ہوتا ہے جو قابو میں پھر نہیں آتا، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی مسئلہ کی حیثیت سے کہ باغیوں سے انتقام نہیں لیا جائے گا اور ہمارے یہاں مسئلہ بھی یہی ہے اور اسی پر اجماع اور اتّفاق ہے۔ یعنی اِس میں کسی امام کا بھی اختلاف نہیں کہ حنفی یہ فرما رہے ہیں مالک یہ فرما رہے ہیں شافعی یہ فرما رہے ہیں۔ احمدؒ یہ فرما رہے ہیں رحمہم اللہ الگ الگ باتیں نہیں بلکہ سب کا یہی مسلک ہے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کارروائی کی ہے وہی سب نے لی ہے اُنھوں نے ایک حکم دیا کہ جو جو آدمی ہتھیار ڈال دے بس اُس سے نہیں لڑنا جو بھاگ جائے اس کا پیچھا نہ کرو بھاگنے دو، جو زخمی ہو جائے گر جائے بس اُس کے بعد نہ مارو، اُس کی مرہم پٹی کرو یہ احکام اُنھوں نے دیے کہ

باغیوں کے ساتھ یہ سلوک کیا جائے اَب باغیوں کے لیے یہی احکام ہیں اور یہ سب اجماعی ہیں اور زہری بھی یہی کہتے ہیں کہ سب کا اجماع ہے اس بات پر کہ باغیوں سے انتقام نہیں لیا جائے گا جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے تھی، لیکن حضرت عائشہ، حضرت طلحہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہم ان حضرات نے انتقام کی کوشش کی کچھ گروپ مل بھی گیا اُن سے لڑے بھی یہ اور بصرہ پر قبضہ بھی کر لیا اور وہاں کا ایک بڑا آدمی حُکیم بن جبلہ جبکہ مارا بھی گیا، لیکن ایک آدمی نکل کر بھاگ گیا جو سرغنہ تھا لیڈروں میں تھا۔ بصرہ سے جانے والوں کے لیڈروں میں تھا وہ بھاگ گیا اور اُس کا قبیلہ بھی بگڑ گیا کہ اگر آپ نے ایسا کیا تو ہم پھر اُس کے ساتھ جو حمایتی قبیلہ تھا وہ بھی تو ان حضرات نے کہا کہ اگر آپ اس طرح انتقام لیں گے تو رہے گا کون جس سے آپ کو لڑنا نہیں پڑے گا۔ آپ اس سے بدلہ کے لیے ان سے لڑیں گے وہ چھ ہزار ماریں گے تو ہاتھ آئے گا اور پھر بھی ہاتھ نہ آیا اور وہ چھ ہزار نہ مارے گئے بلکہ آپ ہی مغلوب ہوگئے تو پھر کیا ہوگا یا ان چھ ہزار کی مدد کے لیے کوئی اور قبیلہ اُٹھ کھڑا ہوا پھر کیا ہوگا؟ اس طرح سے آپ فتنہ پر قابو پا سکیں گے یا نہیں؟ تو یہ اُنھوں نے مانا ہے کہ نہیں پا سکتے فتنہ پر قابو اُس وقت حضرت طلحہؓ شہید نہیں ہوئے تھے حضرت زبیرؓ بھی تھے۔ حضرت عائشہؓ بھی تھیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے جانے والے آدمی نے یہ گفتگو کی اور اُنھوں نے اِسے تسلیم کیا اور اپنی رائے سے رجوع فرمایا تو یہ لوگ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ محبت کرنے والے تھے۔ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ پہنچے ہیں صِفّین میں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے مقابلہ ہوا وہ بھی شام سے آگے بڑھ کر آئے ایک دریا آتا ہے اُس کے کنارے لڑائی ہوئی اُس جگہ کا نام صفّین ہے وہاں کئی مہینے پڑے رہے چھیڑ چھاڑ ہوتی رہی جیسے جھپٹ ہوجاتی ہے اس طرح سے، لیکن لڑائی پوری بھرپور نہیں ہوئی۔ بھرپور بالکل آخر میں ہوئی ہے کئی مہینے جب پڑے رہے تو اُس میں یہ گفتگو ہوتی رہی سب کچھ ہوتا رہا۔ آخر لڑائی میں ایسا وقت آیا کہ کامیابی بالکل قریب تھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مَیں نے گھوڑا منگوا لیا تھا کہ میں اس پر بھاگ جاؤں گا، لیکن ایک تو مجھے یہ شعر یاد آگیا وہ شعر پڑھتے تھے اُس کی وجہ سے میرے جذبات جو تھے وہ مضبوط ہوگئے میں جم گیا اور پھر دوسری تدبیر ہوگئی ساتھ ساتھ وہ یہ کہ اُنھوں نے حضرت معاویہ کے لشکریوں

نے) قرآن پاک بلند کیا اور یہ کہا کہ اَب اِس کا فیصلہ مان لو اور جب اُنھوں نے یہ کہا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کچھ ساتھیوں نے یہ کہا کہ لڑائی جاری رہے اور کچھ نے کہا کہ نہیں بند ہو جانی چاہیے۔ اشتر کہتا تھا کہ ذرا سی دیر اور لڑ لو ذرا سی دیر اور لڑائی جاری رہے۔ (کیونکہ کامیابی قریب ہے) (حضرت علیؓ کے بعض ساتھی) کہتے تھے کہ نہیں، یہی لوگ جو مدّاح تھے اُن کے یہی کہنے لگے کہ اگر آپ نے لڑائی جاری رکھی تو ہم وہی کریں گے جو پچھلے خلیفہ کے ساتھ کیا آپ کو مار دیں گے تو (حضرت علیؓ) ایک مشکل میں پڑ گئے۔ پھر رائے یہی ہوئی کہ لڑائی بند کر دو۔ کثرتِ رائے یہی ہوئی —— جو لڑائی روک رہے تھے اُن میں بھی صحابی کوئی نہ تھا اور جو اصرار اس طرح کر رہے تھے شدّت سے اُن میں بھی کوئی صحابی نہیں تھے اور جو لڑائی جاری رکھنے کا کہہ رہے تھے وہ دو طبقے بن گئے ایک تو وہ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ خلوص کے ساتھ رہے اُن کی نیت یہ تھی کہ ایسے ہو جائے کہ لڑائی جاری رہے بہت نفع ہوگا جیت جائیں گے فتح ہوگی اور ایک طبقہ وہ تھا جو اُن میں سے بالکل باغی بن گیا وہ خوارج ہیں اُنھوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کہا کہ یہ کافر ہو گئے۔ وہ کہلاتے ہیں خوارج وہ کہلاتے ہیں نواصب وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف تھے۔ کیونکہ اُنؓ (یعنی حضرت عثمانؓ) کے خلاف تو اصل میں اُٹھے تھے بغاوت تو انہی کے خلاف شروع کی تھی اُنھوں نے، وہ کہتے تھے کہ چھ سال وہ مسلمان نہیں رہے اور حضرت علیؓ کو بھی کہتے تھے کہ جب اُنھوں نے مان لیا کہ فلاں اور فلاں آدمی فیصلہ کر دیں یعنی ابو موسیٰؓ اور حضرت عمرو بن العاصؓ جو فیصلہ کر دیں تو اُنھوں نے یہ ٹھیک نہیں کیا غلطی کی ہے اسلام سے نکل گئے اس چیز پر وہ آگے بڑھ گئے بہت زیادہ غلو کیا اُنھوں نے، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں وہ باتیں کہتے تھے جو اُن کے اندر نہیں تھیں تو جیسے وہ ایک گروپ بن گیا تھا جو مصر سے آیا تھا۔ عبداللہ بن سبا کا وہ تعریف (یقین) کرتا تھا۔ حضرت علیؓ کی اور وہ باتیں کہتا تھا تعریف میں جو اُن میں نہیں تھیں اور، یہ گروپ (خارجیوں کا) وہ باتیں کہتا تھا۔ بُرائی میں جو اُن میں نہیں تھیں تو آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد حضرت علی رضی اللہ عنہ سُنایا کرتے تھے، فرمایا اُنھوں نے کہ تمہارے اندر دو طرح کی مشابہت ہے ایک حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی کہ یہودیوں نے اُن سے نفرت کی حتّٰی کہ اُن کی والدہ پر تہمت لگائی اور نصاریٰ نے محبّت کی حتّٰی کہ اُنھوں نے اُس درجہ

بقیہ بر صـ۴۸

اسلامی نظام کیوں؟

حضرت مولانا محمدؐ عاشق صاحب بلند شہری مدظلہم

اسلام دین کامل ہے اللہ تعالیٰ شانہ نے اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا جو فرمایا ہے اس میں ایک تو دین اسلام کے کامل ہونے کا اعلان فرمایا اور دوسرے یہ بتایا کہ دین کی تکمیل ہمارا انعام ہے اور ہم نے اسلام کی نعمت کامل کر کے تم پر اپنا انعام پورا کر دیا، تیسرے یہ فرمایا کہ میں نے دین اسلام کو تمہارے لیے پسند کر لیا۔

دین اسلام کے علاوہ دوسرا دین اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبول نہیں ہے، سورۃ آل عمران میں فرمایا۔ وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِیْنَ (وہ شخص دین اسلام کے علاوہ کسی دین کو چاہے گا تو وہ اس سے دوسرا کوئی دین ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ آخرت میں تباہ کاروں میں سے ہوگا۔)

اللہ تعالیٰ شانہ نے جب حضرت آدم اور حوا علیہما السّلام کو دُنیا میں بھیجا تو پہلے ہی بتا دیا تھا۔ فَاِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ مِّنِّیْ هُدًی فَمَنْ تَبِعَ هُدَایَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَکَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ (سو تم میں سے جس کے پاس میری ہدایت آجائے پھر اُس نے اس کا اتّباع کیا تو ایسے لوگوں پر کوئی خوف نہ ہوگا اور یہ لوگ رنجیدہ نہ ہوں گے اور جن لوگوں نے کفر کیا اور میری آیات کو جھٹلایا تو یہ دوزخ والے ہوں گے اور اس میں ہمیشہ رہیں گے

اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق حضرت آدم علیہ السّلام اپنی بیوی کے ساتھ دُنیا میں تشریف لائے زمین میں آنکی ذریت پھیلی، اللہ تعالیٰ کی طرف سے برابر حضرات انبیاء کرام علیہم السّلام تشریف لاتے رہے، اللہ تعالیٰ نے کتابیں نازل

کیں صحیفے اُتارے، اِن حضرات نے راہِ ہدایت دکھائی۔ اللہ تعالیٰ کی کتابیں اور صحیفے پڑھ کر سنائے جنھوں نے دینِ حق قبول کیا اُنھوں نے عذاب سے نجات پائی اور جنّت میں جانے کے مستحق ہوگئے۔ بہت سی اُمّتوں نے حضرات انبیاء کرام علیہم السّلام کو جھٹلایا وہ دُنیا میں بھی تباہ و برباد ہوئے اور آخرت میں عذاب میں مُبتلا ہوں گے۔ حضرت نوح اور حضرت لوط اور حضرت شعیب اور حضرت صالح اور حضرت ہود علیہم الصلاۃ والسّلام کی قوموں کی تکذیب پھر ان کی ہلاکت اور تعذیب کے واقعات جگہ جگہ قرآن میں مذکور ہیں سب سے آخر میں اللہ تعالیٰ نے خاتم النبیین سیّدنا محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو مبعوث فرمایا۔ آپ کی بعثت سارے جنات اور تمام انسانوں اور سارے زمانوں کے لوگوں کے لیے ہے۔ آپ کے بعد کوئی نبی یا رسول نہیں آئے گا، آپ ساری اقوام کے لیے اور رہتی دُنیا کے لیے یعنی قیامت آنے تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول اور نبی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ پر قرآن مجید نازل فرمایا جو سراپا ہدایت و نور ہے اس میں انسانوں کے لیے زندگی کے تمام شعبوں کے احکام مذکور ہیں کہیں اجمال سے کہیں تفصیل سے۔

اجمال کی تفصیلات رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے بیان فرمادیں۔ آپ کے اقوال و افعال کا اتباع بھی لازم ہے جیسے قرآن کی ہدایت پر چلنا ضروری ہے۔ بعض لوگ جو احادیث شریفہ کے حجّتِ شرعیہ ہونے کے منکر ہیں اللہ تعالیٰ کے اُن ارشادات کی تردید کرتے ہیں جن میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اطاعت اور اتّباع کا حکم دیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفرلکم ذنوبکم واللہ غفور رحیم قل اطیعوا اللہ والرسول فإن تولوا فإن اللہ لا یحب الکافرین (آپ فرمادیجیے اگر تم اللہ سے محبّت کرتے ہو تو میرا اتّباع کرو اللہ تم سے محبّت فرمائے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا اور اللہ غفور رحیم ہے۔ آپ فرمادیجیے کہ اطاعت کرو اللہ کی اور رسول کی سو اگر تم لوگ اعراض کرو تو اللہ کافروں سے محبّت نہیں کرتا) رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اطاعت بھی اللہ تعالیٰ ہی کی اطاعت ہے جیسا کہ سورۃ النساء میں فرمایا من یطع الرسول فقد اطاع اللہ (جس نے رسول کی اطاعت کی اُس نے بلا شبہہ اللہ کی اطاعت کی)

اللہ تعالیٰ نے جو دین بھیجا ہے اس کا نام اسلام ہے۔ عربی زبان میں اسلام فرمانبردار ہونے کو کہا جاتا ہے۔ گزشتہ اُمتوں کے لیے جو احکام اللہ تعالیٰ نے بھیجے تھے ان پر عمل کرنے کا نام بھی اسلام ہی تھا۔ سورۂ بقرہ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السّلام سے فرمایا اَسْلِمْ (فرمانبردار بن جاؤ) قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِیْنَ (انھوں نے عرض کیا کہ میں رب العالمین کا فرمانبردار بن گیا) جو بھی کوئی شخص دینِ اسلام قبول کرے اور یوں کہے کہ میرا دین اسلام ہے یعنی میں اس دین پر ہوں جو دین اللہ تعالیٰ نے خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے واسطے سے بھیجا ہے اور جسے اپنی کتاب میں پسند فرمایا ہے تو اس شخص پر فرض ہو جاتا ہے کہ قرآن مجید کے مطابق زندگی گزارے اور سیّدنا محمّد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا اتباع کرے اور پُورے دین پر چلے جیسا کہ سورۂ بقرہ میں ارشاد ہے یا یھا الذین اٰمنوا ادخلوا فی السلم کافۃ ولا تتبعوا خطوات الشیطن انہ لکم عدو مبین (اے ایمان والو پُورے پُورے اسلام میں داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدم بقدم نہ چلو بے شک وہ تمہارا کھلا ہُوا دُشمن ہے) اس آیت میں حکم فرمایا ہے کہ اسلام میں پُورے پُورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے اتباع سے منع فرمایا ہے اور یہ بھی فرمایا کہ شیطان تمہارا کھلا دُشمن ہے۔" ان سب باتوں کو سامنے ——— رکھ کر اب آگے جو معروضات پیش کی جاتی ہیں وہ سب لوگ جو اسلام کے مدعی ہیں غور سے پڑھیں اور سُنیں۔

اسلام کا دعوٰی کرنے والوں کا آج کل یہ طریقہ ہو گیا ہے کہ اسلام کے مدعی بھی ہیں اور اس پر چلنے کو بھی تیّار نہیں، بڑے بڑے گناہوں میں مُبتلا ہیں۔ دشمنانِ اسلام کی زندگی کو پسند کرتے ہیں۔ قرآن حکیم کے نظام سے اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی تعلیمات سے دُور بھاگتے ہیں بلکہ بہت سے منچلے تو قرآن کے احکام پر ہی اعتراض کر دیتے ہیں اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اتّباع کو دینِ اسلام کا جزء نہیں مانتے یہ وہ لوگ ہیں جنہیں منکرینِ حدیث کہا جاتا ہے اللہ تعالیٰ نے تو اپنے رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اتّباع کا حکم دیا اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ کے اقوال و اعمال کی دینِ اسلام میں کوئی حیثیّت نہیں۔ شیطان نے ان لوگوں کے دل میں یہ وسوسہ اس لیے ڈالا اور ان کی زبانوں سے اس لیے نکلوایا اور اُن کے قلم سے اس لیے لکھوایا کہ اُمت

کو کافر اور ملحد بنا دیں جیسا کہ یہ لوگ خود ہیں، چونکہ احکام کی تفصیلات احادیث شریفہ میں آئی ہیں اس لیے یہ لوگ احادیث پر عمل کرنے سے جان چراتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم اہلِ قرآن ہیں، حالانکہ حسبِ تصریح قرآن کریم وہ شخص قرآن کا ماننے والا نہیں ہوسکتا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتّباع کا منکر ہے۔ لوگوں نے یہ طریقہ بنا رکھا ہے کہ دعوٰی اسلام کا اور طرزِ حکومت کافروں کا، قانون دُشمنانِ اسلام کا پہناوا نصارٰی کا، کمائی سود کی، بیع و شراء کافروں اور مشرکوں کے طرز پر رہن سہن میں یورپ اور امریکہ کی نقل، یہ کوئی ایمانی زندگی نہیں ہے۔

اسلام مستقل دین ہے، مستقل نظام حیات ہے، حکومت میں، سیاست میں، معاشرت میں، معاملات میں، عبادات میں، اولاد کی پرورش میں، میاں بیوی کے آپس کے تعلقات میں حقوق العباد میں اور ہر چیز میں اسلام کی تعلیمات موجود ہیں، کسی مدعی اسلام کو کیا حاجت ہے کہ کافروں کی طرف دیکھے اور ان کے قوانین اور ان کے طرزِ زندگی کو اپنا پیشوا بنائے، سورۂ ہود میں ارشاد فرمایا وَلَا تَرْكَنُوْا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ (اور ان کی طرف مائل نہ ہوجاؤ جنہوں نے ظلم کیا ایسا کروگے تو تمہیں آگ پکڑلے گی۔ یعنی دوزخ میں جانا ہوگا) معاملہ صرف دنیا ہی میں جینے کا نہیں ہے۔ موت بھی سامنے ہے اور آخرت بھی درپیش ہے۔ قیامت بھی قائم ہونے والی ہے وہاں حساب کتاب ہے مؤاخذہ ہے فیصلے ہیں جنّت یا دوزخ کا داخلہ ہے۔ یہ فیصلے عقائد پر بھی ہوں گے اور اعمال پر بھی۔

جو شخص یہ کہتا ہو کہ میں مُسلمان نہیں ہوں وہ تو ہے ہی کافر اس کو تو دوزخ میں جانا ہے ہی اور جو شخص یہ کہتا ہے کہ میں مُسلمان ہوں لیکن اس کا عقیدہ کافرانہ ہے۔ مثلاً خاتم النّبیین محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم پر نبوّت ختم ہونے کا عقیدہ نہیں رکھتا جبکہ قرآن مجید میں آپ کو خاتم النبیین فرمایا ہے۔ یا جو شخص اسلام کے نظام پر اعتراض کرتا ہے۔ اسلام کی حدود کو ظالمانہ بتلاتا ہے۔ عورت کی شہادت کو نصف شہادت ماننے سے انکار کرتا ہے (جس کی قرآن میں تصریح ہے) ایسا شخص بھی کافر ہے، کیونکہ قرآن کا منکر ہے۔ اور قرآن پر اعتراض کرتا ہے، صرف اسلام کا دعوٰی کرنے سے کوئی شخص مُسلمان نہیں ہوسکتا۔ دیکھو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے زمانہ میں منافق بھی تھے ان کا جو سردار تھا اس کا نام عبداللہ تھا۔ معلوم ہوا کہ نام

سے مُسلمان نہیں ہوتے۔ عقائد صحیحہ اور قرآن وحدیث کے اتّباع سے مسلمان ہوتے ہیں اس لیے
قرآنِ حکیم میں فرمایا وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ
یعنی بعض لوگ ایسے ہیں جو یُوں کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور آخرت پر ایمان لائے حالانکہ وہ مؤمن نہیں،
معلوم ہُوا کہ صرف یہ کہنے سے کہ مَیں مُسلمان ہوں کوئی مُسلمان نہیں ہوتا، عقائد صحیحہ ہوں اور دل
سے اسلام کو مانتا ہو تب مُسلمان ہوتا ہے جو لوگ اسلام کے دعویدار ہوتے ہُوئے قرآنی قوانین پر
اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم پر اعتراض کرتے ہیں ان لوگوں کا اسلام بی بی تمیزن کا وضو ہے۔

یہ تھوڑی سی زندگی ہے اس میں اگر مالِ حرام نہ کمایا خیانت نہ کی لوگوں کے خون نہ بہائے اموال
غصب نہ کیے مردوں اور عورتوں کے غیر شرعی تعلقات جاری رکھ کر کچھ نفسانی خواہشات پوری
نہ کیں ننگے پہناوے نہ پہنے اور عورتیں بے پردہ ہو کر نہ نکلیں تو اس سے زندگی میں کوئی ایسا فرق
نہ پڑے گا جس کے بغیر جینا دُشوار ہو۔

اللہ تعالیٰ کے قوانین نافذ کریں حلال کمائیں حلال کھائیں اور خرید و فروخت اور معاملات
قرآن کے مطابق کریں۔ سود سے بچیں زنا کاری کے اڈوں کو ختم کریں۔ ڈکیتی کرنے والوں پر
قرآنی سزا نافذ کریں۔ اس میں کونسی مُشکل بات ہے؟ لوگوں کو بدامنی کا ایسا ذوق ہو گیا ہے کہ
قتل وخون کی وارداتیں سُنتے رہتے ہیں چوری اور ڈکیتی کے واقعات کا تذکرہ کرتے رہتے ہیں
لیکن مجرمین پر شرعی سزا نافذ کرنے کے لیے راضی نہیں جب کبھی کوئی قائد یا وزیر اسلامی نظام
نافذ کرنے کی بات کرتا ہے تو اسلام کا کلمہ پڑھنے والے طرح طرح کی باتیں نکالتے ہیں کبھی کہتے ہیں
کہ ہمیں ایسا اسلام نہیں چاہیے اور فلاں قائد کا اسلام نہیں چاہیے لیکن یہ نہیں بتاتے
کہ کونسا اسلام چاہیے۔

چونکہ اسلامی نظام سے بیزار ہیں اس لیے صرف اعتراض کرکے غُصّہ کو ٹھنڈا کر لیتے ہیں
اگر مُسلمان ہوں تو وہ اسلام بھی بتائیں جس کو چاہتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ اسلام تو ایک
ہی ہے سب کو معلوم ہے کہ اسلام قرآن وحدیث کا نام ہے۔ جو کوئی شخص صاحب اقتدار
ہو گیا اس پر لازم ہے کہ قرآن وحدیث کا نظام نافذ کرے اور سب مسلمان اس کو قبول کریں چونکہ

قرآن و حدیث کی بندشوں میں جکڑ جانے سے جان چُراتے ہیں اس لیے یُوں تو یُوں صاف کہتے نہیں کہ ہمیں اسلام نہیں چاہیے اگرچہ بعض زندیق یہ الفاظ بھی کہہ دیتے ہیں بلکہ یُوں کہتے ہیں کہ ہمیں فلاں کا اسلام نہیں چاہیے۔

تعجّب ہے کہ لوگوں میں نظامِ اسلام کے نافذ ہونے کی مخالفت کا جذبہ اُبھرتا ہے، اسلام میں ایسی کون سی چیز ہے جو انسانوں کے مفادات اور انسانیت کے خلاف ہو۔ اسلام یہ ہی تو سکھاتا ہے کہ اپنے خالق و مالک کی عبادت کریں اپنے اموال کی زکوٰۃ دیں وہ بھی صرف چالیسواں حصّہ، استطاعت ہو تو حج کریں، بڑوں کی تعظیم و تکریم کریں۔ چھوٹوں پر رحم کھائیں، رشوت کا لین دین نہ کریں۔ جس کے ذمّہ جو کام ہے رشوت لیے بغیر انجام دے، شرکار آپس میں خیانت نہ کریں۔ کوئی کسی کا مال نہ چھینے، حرام مال کھانے سے بچیں۔ شرم و حیا کی زندگی گزاریں، عفت و عصمت محفوظ رکھیں، کوئی کسی پر ظلم نہ کرے۔ سب تقوٰی اختیار کریں۔ سودی لین دین نہ کریں جو چیز اپنی ملکیت نہ ہو اُسے فروخت نہ کریں، زنا کاری کے اڈے ختم ہوں چوروں اور ڈاکوؤں کو قرآن کے مطابق سزائیں دی جائیں تاکہ امن و امان قائم ہو۔

اب اہلِ نظر بتائیں کہ اس میں انسان اور انسانیت کے لیے کون سی مصیبت ہے جس سے بچنے کے لیے بہانے ڈھونڈتے ہیں اور راہِ فرار اختیار کرتے ہیں؟

اللہ تعالیٰ ارحم الراحمین ہے اس نے رحمۃ للعالمین صلّی اللہ علیہ وسلّم کو مبعوث فرمایا ان کے ذریعہ چوروں اور ڈاکوؤں اور زانیوں کی سزا کا اعلان فرمایا رحمۃ للعالمین صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ان سزاؤں کو نافذ کیا اب ارحم الراحمین تبارک و تعالیٰ اور رحمۃ للعالمین صلّی اللہ علیہ وسلّم سے بڑھ کر رحم کھانے والے وجود میں آگئے۔ ان لوگوں کو مجرمین پر رحم آتا ہے کہ ہائے ہائے ہاتھ کٹے گا چور کا اور قتل ہوں گے ڈاکو، اور زانیوں پر ترس آتا ہے کہ اُن کو کوڑے لگیں گے اور سنگسار ہوں گے، لیکن مردوں اور عورتوں کی عفت و عصمت محفوظ کرنے کے لیے اور امن و امان قائم کرنے کے لیے اور قرآنی سزائیں نافذ کرنے کے لیے راضی نہیں۔

مالیات کی مصیبت میں تباہ ہیں۔ بھاری بھاری ٹیکس ادا کرنے پر مجبور ہیں، مرکزی اور

صوبائی وزیروں کے بے تکے اخراجات سے ملک دب رہا ہے ان کے بنگلوں اور گاڑیوں کی سجاوٹ اور تنخواہوں پر لاکھوں روپے خرچ ہو رہے اور اسلامی نظام کے دشمن اس سب کے لیے راضی ہیں، لیکن اس سے راضی نہیں کہ سادہ زندگی والا ایک امیر المؤمنین ہو جو اپنے ہی گھر میں رہتا ہو اور اسے بقدر ضرورت تھوڑا سا وظیفہ دیا جاتا ہو، اور صوبوں میں اس کے ماتحت کام کرنے والے معدودے چند نائبوں کو ان کی ضرورتوں کے بقدرِ وظیفہ ملتا ہو، اگر اسلامی نظام قائم ہو تو سارے ٹیکسوں سے اُمّت کی حفاظت ہو جائے، بیت المال کی آمدنی جو زکوٰۃ، عشر، خراج اور جزیہ اور اموالِ غنیمت سے حاصل ہو اسی پر اکتفا کیا جائے۔ امیر المومنین اور قضاۃ اور عمّال اور صوبوں میں کام کرنے والے وزراء کو اسی میں سے دیا جائے اور پورے ملک میں جہاں کہیں کوئی مسکین محتاج ہو کسبِ معاش سے عاجز ہو گھر بیٹھے اس کا وظیفہ پہنچایا جائے۔

عجیب بات ہے کہ عورتیں بھی اسلامی نظام کی مخالفت میں پیش پیش ہیں۔ بہت سی وہ عورتیں جو نماز کی پابند ہیں اور حج و عمرہ کا ذوق بھی رکھتی ہیں وہ نظامِ اسلام سے اس لیے ناراض ہیں کہ پردہ کی پابندی کرنی پڑے گی۔ اوّل تو بے پردہ گھومنے میں کونسا مزہ ہے۔ دیکھنے والوں کو تو نفسانی لذّت حاصل ہوتی ہے۔ عورتوں کو بے پردہ گھومنے میں کیا مزہ ہے؟ ایسی عورتوں کے بھائی باپ اور شوہر پر تعجّب ہے کہ اپنی خواتین کا نظارہ کرنے کے لیے ان کے بے پردہ باہر نکلنے پر خوش ہوتے ہیں، اوّل تو باہر نکلنے کی ضرورت کیا ہے؟ باہر کے کام مرد انجام دیں اور اگر کسی ضرورت سے نکلیں تو چہرہ ڈھانپنے میں کونسی مصیبت کھڑی ہو جاتی ہے کہتے ہیں کہ ہم قرآن پر ایمان رکھتے ہیں۔ قرآن نے تو یہ بتایا ہے کہ "وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰی (اور اپنے گھروں میں قرار سے بیٹھو اور جاہلیت اُولیٰ والی کی طرح بن ٹھن کر نہ نکلو) اور یہ بھی فرمایا ہے۔ وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَاسْاَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ (اور جب تم ان سے کوئی سامان طلب کرو تو پردہ کے پیچھے سے طلب کرو) بعض جاہلوں نے یہاں یہ نکتہ نکالا کہ یہ حکم ازواجِ مطہرات کے بارے میں ہے۔

یہ نفس کے بندے یہ نہیں سمجھتے کہ جب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ازواج کے بارے میں یہ حکم ہے جن کے بارے میں یہ تصوّر ہو ہی نہیں سکتا کہ کوئی مدعی اسلام ان پر بُری

نظر ڈالے تو عام عورتوں کے بارے میں یہ حکم کیوں نہ ہوگا جن پر نظریں ڈال کر فاسق اور فاجر لوگ نفس کو لذّت پہنچاتے ہیں، یہ دونوں سورۂ احزاب کی آیتیں ہیں اسی سورت میں ارشاد فرمایا:

یا یُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ وَبَنَاتِکَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْھِنَّ مِنْ جَلَا بِیْبِھِنَّ (اے نبی آپ اپنی بیویوں اور اپنی بیٹیوں سے اور مُؤمنین کی عورتوں سے فرمادیں کہ وہ اپنی چادروں کو اپنے اُوپر نیچے کو قریب کر دیا کریں۔

دیکھو اس میں وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِیْنَ بھی فرمایا یعنی عام مؤمنین کی عورتوں کو بھی حکم دیا کہ بڑی بڑی چادروں کو اپنے چہروں سے نیچے لٹکا کر باہر نکلیں، اس زمانہ میں فیشن ایبل برقع نہیں تھا خُوب لمبی چوڑی اور موٹی موٹی چادروں میں لپیٹ کر سروں کے اُوپر سے شروع کرکے سینوں تک لایا کرتی تھیں، سر کے اُوپر جب خوب چوڑی چکڑی چادر ہو گی اور اُس کو نیچے کیا جائے گا تو ظاہر ہے پہلے چہرہ ڈھکے گا۔ پھر سینہ پر پہنچے گی۔

سنن ابو داؤد (کتاب اللباس ج ۲ ص ۲۱۱) میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب آیت کریمہ وَلْیَضْرِبْنَ بِخُمُرِھِنَّ عَلٰی جُیُوْبِھِنَّ نازل ہُوئی تو صحابی عورتوں نے اپنی موٹی موٹی چادروں کو کاٹ کر دوپٹے بنالیے، اس سے معلوم ہُوا کہ سروں کے دوپٹے ایسے ہوں جن میں بال نظر نہ آئیں۔

اسلام سے پہلے دُنیا میں عورت کی کوئی حیثیّت نہ تھی اور اس کی ذلّت کا یہ حال تھا کہ ہندوستان میں شوہر کی ارتھی کے ساتھ زندہ جلنا پڑتا تھا کسی بھی دین اور مذہب میں عورت کے لیے میراث میں کوئی حصّہ نہ تھا۔ عرب کا یہ حال تھا کہ جب کوئی شخص مرجاتا تھا تو اُس کے لڑکے باپ کی بیوی کو مجبور کرکے اس سے نکاح کر لیتے تھے، اسلام آیا اس نے عورت کے حقوق مقرر فرمائے ماں باپ اور دوسرے اقارب سے اسے میراث میں حصّہ دلایا اُس کے لیے مہر دینا لازم کیا اس کا خرچہ شوہر پر ڈالا، اگر شوہر نہ ہو اور خود اس کے پاس مال نہ ہو تو دوسرے اقارب اور محارم اس کا خرچہ اُٹھائیں، شوہروں کو حکم دیا وَعَاشِرُوْھُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ کہ اُن کے ساتھ خُوبی اور بہتری کے ساتھ زندگی گزاریں، لیکن عورتوں کو گھر میں بیٹھ کر عزّت و آبرو کے ساتھ کھانا پینا اور گھر کی ملکہ بن کر اولاد کی تربیت کرنا اور دینی زندگی اختیار کرنا پسند نہیں، عورتوں

کے دشمنوں نے عورتوں کی آزادی اور مردوں کی برابری کی بات اٹھائی تو عورتوں نے یہ نہ سمجھا کہ یہ ہمیں اپنا کھلونہ بنا رہے ہیں، افسوس ہے کہ مسلمان عورتیں یورپ کی عورتوں سے سبق نہیں لیتیں جنھوں نے نکاح ختم کردیے ہیں۔ فرینڈشپ یعنی یارانہ ہی رہ گیا ہے۔ نیم عریاں لباس پہن کر گلی کوچوں میں کھڑے ہوکر دوست تلاش کرتی ہیں اور چونکہ فرینڈ کے ذمہ خرچ لازم نہیں ہوتا اس لیے اپنا خرچ چلانے کے لیے دکانوں پر کام کرتی ہیں حتی کہ روڈ پر بیٹھ کر جوتوں کو پالش تک کرتی ہیں، ایک عورت نے تو غضب ہی کردیا اس نے اپنی زناکاری کا نہ صرف اقرار کیا بلکہ اعلان کیا اور جواز کی دلیل یہ پیش کی کہ میری ٹانگوں کے درمیان میری اپنی چیز ہے جیسے چاہوں استعمال کروں جب اللہ تعالیٰ کی مخلوق اور مملوک ہے۔ کٹ حجتی کے سامنے قرآنی احکام کو بھی پس پشت ڈال دیا دیکھو ملحدوں اور زندیقوں اور عفت وعصمت کے دشمنوں نے کیسی کیسی دلیلیں سمجھائی ہیں۔ نظام اسلام جاری نہ کرنے میں جہاں وزراء پر دشمنوں کا دباؤ ہے وہاں لیڈروں کی منافقت بھی ہے کہ جن لوگوں کو اللہ کی رضا مقصود نہیں اور اپنی قیادت کو چمکانا اور اپنے لیے کریڈٹ حاصل کرنا مقصود ہے یوں چاہتے ہیں کہ اگر اسلام کا نظام نافذ ہو تو ہمارے ذریعہ ہو کسی دوسرے لیڈر اور جماعت کے ذریعہ نہ ہو جو کوئی شخص اسلامی نظام کے قریب آتا ہے اور اس کے نفاذ کا اعلان کرتا ہے تو نام نہاد لیڈر بھی اعتراضات کی بوچھاڑ شروع کر دیتے ہیں اگر اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود ہو تو جس پارٹی نے اسلامی نظام قائم کرنے کا اعلان کیا اس کو مبارکباد دیتے اس کے قریب ہوتے اور اس کی مدد کرتے اور اس سے کہتے کہ اس بارے میں ہم تمہارے ساتھ ہیں، لیکن یہ باتیں مخلصین ہی کر سکتے ہیں جن کو اللہ کی رضا مقصود ہو۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ مسلم لیگ نے اور بانیٔ پاکستان نے یہ اعلان نہیں کیا تھا کہ ہم پاکستان میں اسلامی نظام قائم کریں گے، اگر بالفرض انھوں نے اس کا اعلان نہیں کیا تھا تو پھر آپ لوگ اسلامی نظام نافذ کریں جب مسلمان ہونے کے دعویدار ہو اسلام کے تقاضے پورے کرو۔

کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ دنیا میں اسلام کا نظام کہاں نافذ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر کہیں نافذ نہیں ہے تو تم اپنی اسلامی ذمہ داری پوری کرو اور کچھ لوگ یوں کہتے ہیں کہ اس زمانے میں اسلام کا قانون نہیں چل سکتا۔ قانون کے کوئی پاؤں نہیں ہیں جو خود سے چلے مشکل سے

مشکل قانون پر بھی عمل ہو جاتا ہے اگر اس پر عمل کرنے اور عمل کرانے کا ارادہ کیا جائے ہمّت کرکے اسلامی قانون نافذ کرو اور ہمّت کر کے اس پر چلو اور چلاؤ دیکھو نافذ ہوتا ہے یا نہیں؟ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی سیرت اور شریعت کو سامنے رکھو آپ جب دُنیا میں تشریف لائے دُنیا کفر و شرک سے اور بُرے اعمال سے بھری ہُوئی تھی خاص کعبہ شریف کے اندر تین سو ساٹھ بُت رکھ رکھے تھے ایک قبیلہ دوسرے قبیلہ پر غارت گری کرتا رہتا تھا۔ حرم شریف کے علاوہ پورے عرب میں لڑائیاں تھیں اور قتل و خون تھا۔ زنا کاری کا یہ حال تھا کہ فاحشہ عورتوں نے اپنے گھروں پر جھنڈے لگا رکھے تھے۔ ان جھنڈوں سے لوگ پہچانتے تھے کہ یہ فاحشہ عورت کا گھر ہے پھر ان بدکار عورتوں کے پاس آتے جاتے رہتے تھے ترقی یافتہ زمانہ نہ تھا حمل گرانے کی دوائیں نہ تھیں۔ مرد عورت کے ملاپ کے وہ طریقے معروف نہ تھے جو مانع حمل ہوتے ہیں جو بچّہ پیدا ہو جاتا تھا اُس کے کئی کئی دعویدار ہو جاتے تھے پھر قائف کو بلایا جاتا تھا وہ اپنے قیافہ سے نومولود بچّہ کو جس زانی کا بچّہ بتا دیتا تھا اس کا بچّہ مان لیا جاتا تھا بعض لوگ برسہا برس کے بعد اقرار کرتے تھے کہ یہ میرا بچّہ ہے اس کو استلحاق کہتے تھے ان حالات میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے لوگوں کو عفت اور عصمت کا سبق دیا ڈاکوؤں کو سزائیں دیں چوروں کے ہاتھ کاٹے بعض زانیوں کو سنگسار کیا جس کی تفصیلات کُتب حدیث میں موجود ہیں اگر رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم سے نسبت ہے تو اُس کا تقاضا یہ ہے کہ آپ کے لائے ہُوئے دین پر پوری طرح عمل کریں اور آپ کے دین کے تقاضوں کو پُورا کریں، یہ کیا طریق کار ہے کہ مُسلمان بھی ہیں اور نہیں بھی، قرآنِ کریم ریشمی جزدانوں میں رکھنے کو تو تیّار ہیں، لیکن اس پر عمل کرنے اور کرانے کو تیّار نہیں فالی اللہ المشتکیٰ وھو المستعان

لوگوں کا یہ بھی طریقہ ہو گیا ہے کہ عُلماء کرام کو کوسنے دے کر اور صلواتیں سُنا کر نفوس کی بھڑاس نکال لیتے ہیں اور عُلماء سے ملاقات کیے بغیر دُور بیٹھے بیٹھے کہتے رہتے ہیں کہ مولوی کا یہی کام رہ گیا ہے کہ حرام حرام کی رٹ لگایا کرے اس کے یہاں سود بھی حرام رشوت بھی حرام شراب بھی حرام عورتوں کا بے پردہ نکلنا بھی ممنوع، بھلا اس زمانہ میں ان چیزوں کے بغیر جی سکتے ہیں؟ یُوں بھی کہا جاتا ہے کہ مولوی کو کافر بنانا ہی آتا ہے اور اسی طرح کے اعتراضات مولویوں کے سر تھوپتے

رہتے ہیں، ارے میاں مولوی کی کیا مجال ہے جو اپنے پاس سے کسی چیز کو حرام بتائے۔ اس نے جو قرآن وحدیث میں پڑھا ہے اسی کو بیان کرتا ہے۔ اگر مولویوں پر اعتماد نہیں ہے تو تم آگے بڑھو قرآن و حدیث پڑھو اور اپنی اولاد کو پڑھاؤ اور یہ بات کہ مولوی کافر بناتا ہے یہ آپ کا غلط فرمان ہے کافر تو لوگ اپنے عقائد اور اقوال سے خود ہو جاتے ہیں، یہ مولوی کا احسان ہے کہ وہ بتا دیتا ہے کہ تم نے کُفر اختیار کر لیا ہے احسان کرنے والے کو بُرا کہنا یہ اعتراض والوں ہی کو زیب دیتا ہے بہت سوچ سمجھ اور تجربہ اور دیکھ بھال کے بعد یہی سمجھ میں آیا کہ جو لوگ نسلی مسلمان ہیں (اصلی مسلمان نہیں) یہ لوگ بڑی مصیبت میں ہیں۔ نہ مسلمانوں کے ماحول میں یوں کہتے بنتا ہے کہ ہم مُسلمان نہیں اور نہ اسلام پر عمل کرنے کو تیّار ہیں، نفس اور شیطان سے ہار مان چکے ہیں۔ وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ

بہت سے لوگ یُوں بھی سمجھتے ہیں کہ اسلامی نظام قائم کرنا اختیاری چیز ہے گویا مباحات میں سے ہے یا انتظامی معاملہ ہے کیا نہ کیا ہم اس میں آزاد ہیں (العیاذ باللہ) یہ ان لوگوں کی جہالت ہے شرعی اوامر پر عمل کرنا اختیاری نہیں ہوتا۔ سورۃ الاحزاب میں فرمایا ہے وَمَا کَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَی اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗٓ اَمْرًا اَنْ یَّکُوْنَ لَھُمُ الْخِیَرَةُ مِنْ اَمْرِھِمْ وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِیْنًا (اور کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کے لیے نہ عمل کرنے کا اختیار باقی نہیں رہتا جبکہ اللہ اور اس کا رسول کسی بات کا فیصلہ کر دیں اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے تو وہ بالکل واضح گمراہی میں پڑ گیا)

پس اے مسلمانو! ہوش میں آؤ قرآن وحدیث کے احکام پر مر مٹو اگر مُسلمان ہو تو اسلامی نظام کی مخالفت نہ کرو۔ اِنْ اُرِیْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِیْقِیْٓ اِلَّا بِاللّٰہِ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْہِ اُنِیْبُ۔

محترم الحاج محمود احمد عارف

نعت

گنبدِ خضرا کے نظّارے — دیکھ کے جاگے بھاگ ہمارے
اللہ اللہ ان کی بستی ! — بہتے ہیں رحمت کے دھارے
ختم ہوئی ہے اُن پہ نبوّت — وہ نبیوں کے راج دلارے
قربِ خدا ہے ان کا تقرب — مانیں اہلِ حکمت سارے
اَفضل ، اجمل ، اکمل ، اکرم — دو جگ کے مَن موہن پیارے
ان کو وُہ معراج مِلی ہے — رَہ گئے خاکی نوری سارے
ان کے ہی فیضان کے صدقے — روشن ہیں یہ چاند ستارے
دور ہوئی سب ظلمت عصیاں — پھوٹ پڑے جب نور کے دھارے
بدو عرب کے ظالم و جاہل — رہبر صدق بنے سچیارے

عارف اس کی قسمت جاگی
بیٹھ گیا جو ان کے دوارے

یادِ رفتگاں

(قسط:۲-آخری)

استاذ الجامعہ

حضرۃ مولانا مرزا گُل صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مولانا محمد عرفان صاحب فاضل و مدرس جامعہ مدنیہ لاہور

تصنیف و تالیف

مولانا مرزا گل صاحب رحمہ اللہ تصنیف و تالیف کا ذوق بھی رکھتے تھے، چنانچہ بہت سے اہم موضوعات پر آپ نے قلم اُٹھایا اور کئی وقیع مقالے آپ نے تحریر فرمائے جن میں سے اکثر جامعہ مدنیہ کے ترجمان انوارِ مدینہ کی ۱۹۷۲ء و ۱۹۷۵ء کی فائلوں میں موجود ہیں اُس وقت ماہنامہ "انوارِ مدینہ" حضرت مولانا سیّد حامد میاں رحمہ اللہ کی ادارت میں ہر قسم کے فتنہ پروروں سے برسرِ پیکار تھا اور نت نئے اسالیب کی تحریروں سے کمک و رسد پہنچانے والوں میں مدرسہ امینیہ دہلی کے شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمد میاں صاحب رحمہ اللہ علامہ شمس الحق صاحب افغانی رحمہ اللہ۔ شیخ القرا۔ حضرت قاری رحیم بخش صاحب رحمہ اللہ حضرت مولانا مرزا گل صاحب رحمہ اللہ فخرِ اہلِ سُنّت حضرت مولانا مفتی عبدالرشید صاحب رحمہ اللہ اور حضرت مولانا محمد موسٰی روحانی بازی رحمہ اللہ شامل تھے۔ دوسری طرف "انوار مدینہ" کی انہی فائلوں کو مورچہ بنا کر شعر و سخن سے مسلح جن قادر الکلام شعراء اسلام نے اپنوں کو گرمایا غیروں کو تڑپایا۔ ان میں حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی، الحاج محمود احمد صاحب عارف رحمہ اللہ قبلہ حضرت سیّد انور حسین نفیس رقم شاہ صاحب مدظلہ جناب سرور میواتی، احسان دانش اور الحاج سیّد امین گیلانی صاحب خصوصیت کے ساتھ قابلِ ذکر ہیں۔

مولانا مرزا گل صاحب رحمہ اللہ نے اسلامی نظامِ عدالت پر ایک تفصیلی و تحقیقی مقالہ سپردِ قلم فرمایا اس میں اسلامی نظام کے مَالَہٗ وَمَا عَلَیہٖ کو اس انداز سے بیان کیا کہ جس کو پڑھ کر ہر شخص اسلامی نظامِ عدالت کو ملک و ملّت کی فلاح و کامیابی کا ضامن قرار دے سکتا ہے آپ تحریر فرماتے ہیں۔

"جس طرح ظہورِ اسلام (یعنی نزولِ قرآن اور بعثتِ رسول آخر الزمان صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے انسانی زندگی کے تمام گوشوں کو بدل ڈالا اسی طرح اُس نے عہدِ جاہلیت کے نظامِ عدالت میں بھی انقلاب پیدا کر دیا۔ اسلامی نظامِ عدالت کو دُنیا کی تمام عدالتوں پر تفوّق و برتری حاصل ہے۔ دُنیا کی غیر اسلامی عدالتیں تاریخ کے نامعلوم زمانہ سے انصاف کے گوہر آبدار کے حصول میں ناکام رہی ہیں اس کے برعکس اسلام کا نظامِ عدالت اصلی معنوں میں انصاف کو بروئے کار لاتا ہے وہ عدالتوں کی کثرت و نمائش پر زور نہیں دیتا بلکہ عدل کی حقیقت پر اصرار کرتا ہے۔"

مولانا مرحوم نظامِ عدالت کے مقصد کو بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

"نظامِ عدالت حکومتِ اسلامی کا ایک مستقل اور اہم شعبہ ہے اسے شریعتِ اسلام کی زبان میں صیغۂ قضاء و جزاء بھی کہتے ہیں۔ یہ محکمہ خدا کے حکم کے مطابق قائم کیا جاتا ہے کیونکہ قرآن پاک کی رو سے حق تعالیٰ کی ذات ہی اقتدارِ اعلیٰ اور انصاف کا سرچشمہ ہے اس کی مشیت یہ ہے کہ زندگی کے ہر شعبہ کی طرح اس شعبہ میں بھی اعتدال و عدل برابر جاری رہے اور معمورۂ ارض سے حقیقی معنوں میں ظلم و زیادتی کا خاتمہ ہو جائے اور اس کے تمام بندے صحیح طور پر عدل و انصاف حاصل کر سکیں۔"

(انوارِ مدینہ شمارہ ۷ رجب ۱۳۹۲، ۱۹۷۲)

قاضی یعنی اسلامی جج کا عہدہ کتنا بلند اور ذمّہ داری کس قدر نازک ہے اپنی ذمہ داری کو بجا طور پر پورا کرنے کے لیے اسلامی جج کو کن اُصولوں پر گامزن رہنا چاہیے۔ اس کے متعلّق مولانا تحریر فرماتے ہیں "حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم بوقتِ سماعتِ بیان کسی کی رعایت نہیں فرماتے تھے اور ہمیشہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تاکید فرمایا کرتے تھے کہ کوئی فیصلہ کرنے سے پہلے مدعی اور مدعا علیہ کی باتیں پورے

طور پر سُنو کیونکہ فریقین کی باتیں سُننے کے بعد حقیقتِ حال سامنے آجائے گی۔ قاضیِ عدالت کو چاہیے کہ مُتخاصِمَیْن میں مساوات ملحوظ رکھے۔ جلوس و توجہ میں کسی کا لحاظ نہ کرے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے۔

"اِذَا ابْتُلِیَ اَحَدُکُمْ بِالْقَضَاءِ فَلْیُسَوُّا بَیْنَهُمْ فِی الْمَجْلِسِ وَالْاِشَارَةِ وَالنَّظْرِ"

لہٰذا ایّامِ مخاصمت میں قاضی فریقین میں سے کسی کی ضیافت بھی قبول نہیں کر سکتا اور کسی کے ساتھ سرگوشی بھی نہیں کر سکتا اور نہ کوئی ایسا کلام یا اشارہ کر سکتا ہے جس سے فریقِ ثانی کی دل شکنی ہو۔"
(بحوالہ انوار مدینہ شمارہ مذکورہ)

دُنیا میں انسانی زندگی میں کئی ادوار آتے ہیں کبھی جوانی کبھی بڑھاپا کبھی مرض کبھی صحت کبھی اقبال کبھی ادبار کبھی اقتدار و اختیار اور کبھی اقتدار و اختیار کا زوال، مگر انسان کامل وُہی ہے جو اللہ تعالیٰ کی مرضیات کو اس کے نبی کے بتائے ہُوئے طریقوں پر پُورا کرے اگر کسی بھی درجہ میں اقتدار حاصل ہو تو قرآن و سُنّت کے مقتضیات کو پیشِ نظر رکھتے ہُوئے صرف آئین و قانون سازی نہیں کی بلکہ قُوّتِ نافذہ کو بروئے کار لاتے ہُوئے عملی طور پر احکامِ قرآن و سُنّت کو جاری کر دے، مولانا مرزا گل صاحب مرحوم اپنے مؤقر مقالہ میں فرماتے ہیں۔

"دُنیا کا نظام اللہ جل شانہ نے انسان کے ہاتھ اور اختیار میں دیا ہے اور نظام چلانے کے لیے اُصول و قوانین بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے نازل فرمائے اور انسان کو اس بات کا مکلّف بنایا کہ وہ دُنیا کے نظام کو ان اُصول و قوانین کے مطابق قائم اور جاری رکھے جب سے انسان نے عالمِ دُنیا میں قدم رکھا اور تعمیرِ نظامِ دُنیا اس کے سپرد ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قانون سازی میں اس کو فاعلِ مختار نہیں بنایا بلکہ بمقتضاء نُصُوصِ قرآنی انسان صرف اللہ تعالیٰ کا نائب اور خلیفہ ہے۔ یہاں وہ حقیقی طور پر کسی چیز کا مالک نہیں ہے۔" (انوار مدینہ شعبان ۱۳۹۲ھ ستمبر ۱۹۷۲ء)

عام طور پر آج کل عہدوں کی تقسیم کے وقت عدل و انصاف کی جو مٹی پلید کی جاتی ہے وہ کسی سے ڈھکی چھپی بات نہیں ہے۔ رَٹ تو میرٹ کی ہوتی ہے مگر عملاً ہوتا کیا ہے وہ سب پر عیاں ہے۔ عہدِ صحابہ رضؓ میں اوّل تو کوئی عہدہ اور منصب کا طالب نہیں ہوتا تھا اور اگر خلیفۂ وقت کسی شخص کو کوئی عہدہ سپرد کرتا تو اچھی طرح جانچ پڑتال کرتا کہ یہ شخص اس عہدہ کا مستحق ہے یا نہیں

فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی عہدوں کی تقسیم کے لیے جانچ پڑتال کو بیان کرتے ہوئے مولانا مرزا گل صاحبؒ لکھتے ہیں۔

"فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کسی کی ظاہری شہرت اور سُنی سُنائی قابلیّت پر اعتماد نہیں کرتے تھے بلکہ جب کسی عہدہ کے لیے کسی کو منتخب کرتے تو پہلے اسے پرکھتے تھے، چنانچہ قاضی شریح بن الحارثؒ کے متعلّق یہ مشہور ہے کہ جس وقت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے انہیں کوفہ کا قاضی بنانا چاہا تو پہلے اُن کا امتحان لیا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ایک یہودی سے گھوڑا خریدا تھا قبضہ کے بعد حضرت عمرؓ نے چال معلوم کرنے کیلیے گھوڑے کو دوڑایا وہ گھوڑا اس دوڑ ہی میں عیب دار ہو گیا (زخمی ہوگیا) حضرت عمرؓ کو گھوڑا پسند نہ آیا اور مالک کو واپس کرنا چاہا، لیکن چونکہ گھوڑا زخمی ہوچکا تھا اس لیے مالک نے واپس لینے سے انکار کر دیا، چنانچہ اس جھگڑے کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت شریحؒ کے پاس قضیہ پیش کیا۔ قاضی شریحؒ نے فیصلہ کیا کہ اگر قبضہ کرتے وقت آپ نے مالک سے یہ ذکر کیا تھا کہ میں گھوڑے کی چال دیکھ کر پسند کروں گا اور مالک نے بھی آپ کی یہ شرط قبول کر لی تھی۔ تب یہ گھوڑا مالک کو قبول کرنا پڑے گا اور اگر آپ نے مالک کے ساتھ اس شرط کا کوئی ذکر نہیں کیا تھا اور اب گھوڑا عیب دار ہوچکا ہے تو اسے واپس نہیں کر سکتے اب تو یہ آپ کا ہے ثمن دینا پڑے گا۔" (بحوالہ شمارہ بالا)

اسلام کے نظام عدالت سے متعلّق مولانا مرحوم کے یہ مضامین بعد میں کتابی شکل میں بھی شائع ہوئے اس کے علاوہ مولانا مرزا گل صاحب رحمہ اللہ نے تعزیرات اسلامی پر ایک وقیع مضمون تحریر فرمایا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی سیرت و سوانح اور سلطان محمود غزنوی مرحوم و مغفور کی زندگی کے حالات بھی آپ نے قلم بند فرمائے۔ اس کے علاوہ علوم و معارفِ حدیث کے بارہ میں آپ نے بہت سا مواد اکٹھا فرما کر ترتیب دینا شروع کیا، چنانچہ ۳۶۰ صفحات پر مشتمل جلد اوّل کتابت کے لیے جانے کو تھی لیکن افسوس کہ گاؤں سے جامعہ مدنیہ لاہور آنے کے لیے مولانا بس پر سوار ہوئے تو کسی ظالم نے مولانا کا وہ تھیلا چرا لیا۔ جس میں علوم و معارف حدیث پر مشتمل یہ قیمتی تصنیف تھی مولانا اس کتاب کی جلد ثانی بھی شروع فرما چکے تھے۔ مولانا کو بس کے کنڈکٹر پر شبہہ

ہُوا آپ نے اس کی منت سماجت کی کہ وہ تھیلا واپس کر دے اوّل تو وہ انکار کرتا رہا لیکن خاصی بحث و تکرار کے بعد جب مولانا نے اس سے کہا کہ تھیلے میں تمہارے کام آنے والی کوئی چیز نہیں اس میں تو بس علمِ حدیث پر ایک کتاب اور طب کے بارے میں ایک رسالہ (غالباً وہ رسالہ بھی مولانا ہی کا تصنیف کردہ تھا) اور کچھ کاغذات ہیں ساری بات سُن کر کنڈیکٹر ڈھیلا پڑ گیا اور دبے لفظوں میں چوری کا اقرار بھی کر لیا، مگر علیحدگی میں جا کر کسی نے اس کو سمجھایا کہ اگر تُو نے اقرار کر لیا تو پھنس جائے گا اور پھر نہ جانے تجھ پر کیا کیا ڈال دیا جائے، چنانچہ کنڈیکٹر انکار پر ڈٹ گیا۔ مولانا کو کتاب کے گُم ہونے کا بڑا قلق ہُوا آپ نے تھانے میں اپنے تھیلے کی گمشدگی کے بارے میں رپٹ درج کروائی مگر کچھ پتہ نہ چلا۔

بعض مسائل کے سلسلہ میں مولانا اپنی انفرادی رائے رکھتے تھے، چنانچہ انتقالِ خون کے بارہ میں مولانا کی رائے یہ تھی کہ یہ بہر صورت ناجائز ہے۔ جبکہ جمہور علماء کے فیصلہ کے مطابق اپنے جسم کا کوئی حصّہ یا خون فروخت کرنا بہر صورت ناجائز ہے، مگر بلا معاوضہ اپنا خون انتہائی ضرورت کی صُورت میں دیا جا سکتا ہے جبکہ خون لینے والے کی جان کے بچ جانے کی اُمّید ہو۔

حیاتِ مستعار کے اخیر دنوں میں جب مولانا سخت بیمار ہُوئے تو آپ کو سوات کے ایک بڑے ہسپتال میں داخل کیا گیا ہسپتال والوں نے کلیجہ کا کینسر تشخیص کیا۔ ڈاکٹر شیر بہادر صاحب نے پشاور منتقل کرنے کا مشورہ دیا، چنانچہ مولانا کو سوات سے پشاور منتقل کر دیا گیا۔ پشاور کے ہسپتال میں ڈاکٹر حضرات نے خون لگانا ضروری قرار دیا، مگر مولانا نے انکار کیا کہ مجھے نہ لگایا جائے ایک ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ مولانا بہت سے علماء نے بوقت ضرورت انتقال خون کو جائز قرار دیا ہے اور کتابوں میں لکھا بھی ہے مگر مولانا نے فرمایا کہ اس بارہ میں میری اپنی رائے ہے۔ مولانا مرحوم کے فرزند حافظ بلیغ الرحمٰن صاحب نے ڈاکٹر صاحب سے بات چیت کی کہ اگر آپ حضرات خون لگانے کو ضروری خیال فرماتے ہیں تو میرا بلڈ گروپ چیک کر لیں اگر مطابق ہو تو حضرت صاحب کو بتائے بغیر کسی طریقہ سے لگا دیں، چنانچہ حافظ بلیغ الرحمٰن صاحب نے خُون دیا، مگر خدا کا کرنا ایسا ہُوا کہ بڑے ڈاکٹروں کے مشورہ سے سارے معاملہ کو دو ماہ کے لیے آگے بڑھانا پڑا۔

۱۴۱۶ھ یکم اگست ۱۹۸۶ء کو بانی جامعہ مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ

نے راقم الحروف کے اُستاذِ محترم صاحبزادہ مولانا سیّد محمود میاں صاحب مدظلہ (موجودہ نائب مہتمم جامعہ مدنیہ) کو حکیم عبد المجید صاحب کنول کا پتہ دے کر مولانا مرزا گل صاحب کی عیادت کے لیے بھیجا۔ مولانا سیّد محمود میاں صاحب مدظلہ العالی نے ایک مختصر سا قافلہ ترتیب دے کر رخت سفر باندھا اس قافلہ میں استاذ محترم مولانا خالد محمود صاحب مدظلہ (نائب ناظمِ تعلیمات جامعہ مدنیہ) اور شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی عبد الحمید صاحب مدظلہ کے صاحبزادے مولانا عبد الحفیظ صاحب مدظلہ شامل تھے یہ مختصر سا قافلہ مولانا کی عیادت کے لیے گاؤں پہنچا، مولانا کی صحت بہت گر چکی تھی، مگر رضا بالقضاء آپ کی ہر بات سے ظاہر ہوتی تھی مولانا سیّد محمود میاں صاحب مدظلہ العالی نے حضرت بانیِ جامعہ رحمہ اللہ کا پیغام پہنچایا اور حکیم عبد المجید صاحب سے مولانا کا علاج کرانے کا مشورہ دیا، چنانچہ مولانا کے صاحبزادے حافظ بلیغ الرحمٰن صاحب سلمہ قافلہ کی واپسی پر پنڈی تک ساتھ ہی آتے تاکہ مولانا کے لیے دوا لے جائیں۔

۱۰ ذوالحجہ عید الاضحی کے روز اچانک مولانا کے شکم میں شدید تکلیف شروع ہوگئی شام تک کچھ ہلکی پڑ گئی مگر بالکل ختم نہ ہوئی۔ بالآخر ۱۱ ذی الحجہ ۱۴۰۶ھ ۱۸ اگست ۱۹۸۶ء پیر کے روز مولانا عالمِ فانی سے دار البقا کو سدھار گئے۔ انّا للہ وانّا الیہ راجعون۔

مولانا نے چھیاسٹھ برس عمر پائی اور تقریباً ساری ہی زندگی علمِ دین پڑھنے پڑھانے میں گزاری اس دوران ہزاروں طلباء علماء نے آپ سے استفادہ کیا۔ اللہ تعالیٰ سب کی طرف سے مولانا کو جزائے خیر دے۔ اس وقت مولانا کی اولاد میں ایک بیٹا حافظ بلیغ الرحمٰن بقیدِ حیات ہیں جو آج کل ٹیچر ہیں مولانا کے چھ بھائیوں میں سے ایک بھائی حافظ قاری عبد الشریف کی صاحبزادی سے مولانا کے بیٹے کا عقد ہوا جو کہ صاحبِ اولاد ہیں اور انہیں بھائی کے ایک بیٹے سے مولانا کی بیٹی کا عقد ہوا۔ مولانا کے یہ داماد سیّد جوہر صاحب ؟ عربی ٹیچر ہیں۔ مولانا کے ایک بھائی حافظ غلام رحیم ملتان روڈ وہاڑی پر واقع ایک فیکٹری میں امام وخطیب ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مولانا کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور ہم سب کو اپنی مرضیات پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

لوگوں میں دینی تعلیم کو رواج دینے کے لیے اکابر علما رخصوصاً علما رحق عُلماء دیوبند نے جو کردار ادا کیا وہ کسی سے ڈھکی چھپی بات نہیں۔ دینی تعلیم کو بڑی سرعت سے پھیلانے میں ذریعہ کے طور پر مدرسوں کو بروئے کار لانا بلکہ انتہائی منظم انداز سے مدارس کا جال بچھانا کہ جس سے علوم و معارفِ اسلامیہ کی شمع کو خاموش کر دینے کے خواہاں لوگوں کو شکار کیا جا سکے۔ یہ عظیم کام بھی عُلماء دیوبند ہی کے حصّہ میں آیا بلکہ اگر یُوں کہا جائے تو بیجا نہ ہو گا کہ ان مدارس ہی نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے مُبارک زمانہ کے مدرسہ صفہ کی یاد تازہ کر دی اور پاک و ہند میں یہ عُلماء دیوبند ہی کی مساعیِ جمیلہ کا صدقہ تھا۔ ان مدارس و مکاتب ہی سے بڑے بڑے جبالِ علم وفضل نے جنم لیا اور تاریخ عالم خصوصاً تاریخ پاک و ہند سے دِل چسپی رکھنے والے منصف مزاج یہ جانتے ہیں کہ حقیقی معنی میں معرکہ ہر میدان میں انھیں کے ہاتھ رہا۔ طلبہ کے مدارس پر تو جمہور اسلاف کا اتّفاق رہا، البتّہ طالبات کے مدارس کی طرح اسلاف نے تو نہ ڈالی، البتّہ موجودہ معاشرہ کی بڑھتی ہُوئی ضرورتوں اور سنسنی خیز حالات سے نمٹنے کی حاجت کے پیشِ نظر طالبات کے مدارس کی داغ بیل فی زمانہ اخلاف کے حصّہ میں آئی۔ اب بھی بہت سے عُلماء کرام و مفتیانِ عظام خواتین کی دینی تعلیم و تربیت کی ذمّہ داری سے عہدہ برآ ہونے کے لیے یہ انداز اختیار کرنے کو ترجیح دیتے ہیں کہ ہر عالمِ دین اپنے اپنے مقام پر اپنی محرموں کو زیورِ تعلیم سے آراستہ کرے اور پھر ان خواتین سے اپنے اپنے مقام پر دوسری خواتین استفادہ کریں اس میں خواتین کی زیادہ چلت پھرت اور دیگر مفاسد کی بھی روک تھام ہے۔ ہمارے مولانا مزا گل صاحب رحمۃ اللہ علیہ عملاً علماء کے اس طبقہ سے منسلک تھے کہ جو نہ صرف طالبات کے مدارس کے حامی ہیں بلکہ اپنی علمی ضروریات سے طالبات کو بھی مستفید فرماتے ہیں۔

چنانچہ مولانائے مرحوم ۱۴۰۴ھ ۱۹۸۴ء کے اواخر سے لے کر اپنے قیام لاہور تک طالبات کے دینی ادارہ مدرسۃ المفتوحؔ للبنات واقع گول باغ قصور پورہ لاہور میں تدریسی خدمات انجام دیتے رہے اس ادارہ کی طالبات تو مولانا مرحوم سے بالواسطہ استفادہ کر سکیں، البتّہ معلمات نے خُوب خُوب استفادہ کیا مولانا پابندی وقت کے ساتھ مدرسۃ البنات پہنچتے اور معلمات کو تفسیرِ قرآن پڑھاتے آپ نے اُصول الشاشی اور قدوری بھی پڑھائی۔ مولانا کبھی بیمار بھی ہوتے

تب بھی ہانپتے کانپتے پڑھانے پہنچ ہی جاتے آپ کی شاگردوں میں سے محترمہ ساجدہ دین (مدیرہ جامعۃ المفتوحہ للمسلمات اعوان ٹاؤن لاہور) کہتی ہیں کہ مولانا انتہائی شفقت سے ہمیں پڑھایا کرتے باوجودیکہ ہم لوگ مولانا سے پڑھتے وقت پسِ پردہ ہوتے لیکن مولانا کی شفقت کے سبب روحانی طور پر ہمیں ایسا محسوس ہوتا جیسے کسی انتہائی حلیم وشفیق باپ کا ہاتھ اپنی بیٹیوں کے سر پر ہو اور وہ دُنیا و آخرت کے نفع نقصان کی پہچان کرا کر جلبِ منفعت اور دفعِ مضرت کی تلقین کر رہا ہو۔ طالبات کے اسی ادارہ کی مدیرہ کہتی ہیں کہ جب یہ ادارہ جامعہ مدنیہ کے قریب قصور پورہ میں ہُوا کرتا تھا اور مولانا ہمیں پڑھایا کرتے تو اکثر طلبہ کے شوق فی العلم کی کمی کی شکایت کیا کرتے جبکہ خواتین کے شوق فی العلم کی داد دیا کرتے۔ محترمہ ساجدہ دین کہتی ہیں کہ بعض اوقات ہم مولانا کی پیرانہ سالی کو دیکھتے ہُوئے مولانا سے کہا کرتے کہ اُستاذ جی آپ نے دین کی اتنی خدمت کی ہے کہ اگر آپ آرام سے بیٹھ بھی جائیں تو کچھ حرج نہیں آپ کا ویسے ہی بہت مقام ہے۔ ہماری اس بات پر مولانا سراپا عجز و انکسار معلوم ہوتے آپ فرماتے بھئی کونسا درجہ کونسا مقام میرے اس سب کیے دھرے کی توفیق تو اللہ نے دی ہے اور مَیں تو اس پر وظیفہ بھی لے لیتا ہوں۔

محترمہ کہتی ہیں کہ مولانا اگر کبھی چھٹی کر لیتے تو باقاعدہ فرمایا کرتے کہ بھئی وظیفہ میں سے اتنے پیسے اتنی چھٹیوں کے کاٹ لینا ایک دن مولانا خاصے بیمار تھے مگر حسبِ سابق درس کے لیے تشریف لائے۔ ان دنوں مولانا لاٹھی کے سہارے چلا کرتے تھے۔ ہم نے محسوس کیا کہ مولانا جس کے سہارے آیا کرتے ہیں یہ اس کی آواز نہیں۔ بعد میں پتہ چلا کہ شاید مولانا کو اس دن اپنی لاٹھی نہ مل سکی تو آپ چارپائی کی پائیں ٹیک ٹیک کر تشریف لے آئے۔ ہمیں اس بات کا بڑا احساس ہُوا، چنانچہ مَیں نے اگلے ہی دن ایک بہت نفیس عصا بازار سے منگوایا اور مولانا کو پیش کیا۔ اللہ تعالیٰ مولانا کو بہت بہت جزائے خیر دے کہ آپ نے وہ عصا قبول فرمالیا نہ جانے یہ ہمارے خلوص کا ثمرہ تھا یا مولانا کی شفقت تھی کہ وفات سے کچھ دن قبل جب مولانا کو ہسپتال لے جایا جا رہا تھا تو آپ نے سخت علیل ہونے کے باوجود کئی مرتبہ پُوچھا کہ میری شاگرد بچّیوں کا ہدیۃً دیا ہُوا عصا آپ ساتھ لائے ہو یا نہیں مجھے اس کی ضرورت پڑتی رہتی ہے۔

جامعۃ المفتوحہ اعوان ٹاؤن لاہور کی پرنسپل کہتی ہیں مولانا نے دَورِ نبوی کے فتاویٰ کے

عنوان سے مسائل کا ایک مختصر سا مجموعہ مرتّب فرمایا تھا ہم نے بڑی مشکل سے منت سماجت کے ساتھ مولانا سے وہ لے لیا تھا اور افادۂ عام کے لیے اسے چھاپنے کا ارادہ کر لیا تھا، چنانچہ اس رسالہ کی کتابت کے لیے ــــــــــــــــــــــــ مولوی عبدالرحمٰن صاحب نامی کاتب صاحب کے حوالہ کیا گیا کتابت مکمّل ہوگئی اور غالباً ٹائیٹل بھی لکھا جا چکا تھا۔ کثیر تعداد میں اس کی اشاعت کے لیے اللہ تعالیٰ نے پیسوں کا انتظام بھی فرمایا مولانا مرزا گل صاحب کی وفات کے کئی سال بعد وہ رسالہ طباعت کے لیے مکتبہ مدنیہ کے مالک انوار احمد صاحب ایم کام کے حوالہ کر دیا گیا، مگر تقدیر کھڑی ہماری تدبیر کا تماشہ دیکھ رہی تھی، اچانک بھائی انوار صاحب کی دکان پر حادثہ ہوگیا اور وہ انتقال کر گئے۔ اس کے بعد سے اب تک کئی مرتبہ بھائی انوار کے بڑے بیٹے سے اس بارہ میں گفتگو ہوئی مگر پتہ چلا کہ وہ رسالہ کاغذات میں ایسا گم ہوا کہ کچھ پتہ نہ چل سکا۔

ایک مرتبہ جامعہ مدنیہ میں حدیث شریف کی کتاب کا سبق پڑھا رہے تھے کہ جہاد و قتال کا ذکر آگیا یہ اس وقت کی بات ہے کہ سابقہ سوویت یونین اپنا پنجۂ استبداد کے بے داد ناخن قلبِ افغانستان میں گاڑھ کر اس کو ہڑپ کرنے کی کوششوں میں مصروفِ عمل تھا اور اس ناپاک ترین مقصد کے حصول کے لیے اپنی لاکھوں کی فوج افغانستان کی بستیوں اور وادیوں میں اُتار چکا تھا۔ افغانستان کے غیور مسلمان نبی پاک صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ایک متروک سُنّت جہادِ اسلامی کو زندہ کر کے پُورے عالم کے مسلمانوں کو خوابِ خرگوش سے بیدار کرنے میں مصروف تھے جبکہ کئی مُسلمان ریاستیں اپنے اخبارات و جرائد میں اُن علمبرداران احیائے سُنّتِ اسلامی کو باغی او رچھاپہ مار فوج کے القاباتِ عالیہ سے نواز رہے تھے۔ دوران سبق جہاد و قتال کے تذکرہ کے بعد بڑی افسردگی کے ساتھ آپ نے یہ کہہ کر کتاب بند کر دی کہ مولوی صاحب بس بہت پڑھ لیا علم اب تو بس عملی جہاد ہونا چاہیے۔ اے کاش کہ مولانا آج ہم میں ہوتے تو اپنی آنکھوں سے دُنیا کے نقشے سے رُوس کا مٹ جانا اور سرزمین افغانستان پر نفاذِ اسلام کے عملی مظاہرہ کو دیکھتے۔

وَفَیَات

○ وسط ستمبر لاہور میں پاکستان کے مشہور طبیب حاذق جناب حکیم نور احمد صاحب (دواخانہ نور الصحت قلعہ گوجر سنگھ) طویل علالت کے بعد تقریباً سو برس کی عمر پاکر وفات پاگئے انّا للہ وانّا الیہ راجعون مرحوم بہت نیک اور پارسا شخص تھے۔ مخلوقِ خدا کی خدمت دل و جان سے کرتے تھے۔ بالخصوص علماء اور دینی طلباء کے علاج پر خصوصی توجہ فرمایا کرتے اور بے غرض علاج کرتے، ہر مریض کے لیے سستی دواؤں سے علاج کرنے کی پوری کوشش فرمایا کرتے۔ حضرت اقدس بانی جامعہ نور اللہ مرقدہ سے بہت ہی عقیدت اور محبت رکھتے تھے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور اُن کے پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے اور اُن کی اولاد کو اُن کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے انسانیت کی بے لوث خدمت کرنے کی زیادہ سے زیادہ توفیق عطا فرمائے آمین۔

○ عمرزئی چارسدہ میں جناب صاحبزادہ یحییٰ جان صاحب کی والدہ محترمہ طویل عرصہ فالج کی تکلیف میں مبتلا رہنے کے بعد ۱۵ اکتوبر کو وفات پاگئیں مرحومہ بہت عبادت گزار اور پارسا خاتون تھیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کو معاف فرماکر آخرت کے بلند درجات عطا فرمائے ان کے پسماندگان بالخصوص صاحبزادہ یحییٰ جان اور دیگر بیٹوں کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔ ادارہ اُن کے غم میں برابر کا شریک ہے۔

○ مولانا سعید احمد صاحب اکبر آبادیؒ کے داماد اور پنجاب یونیورسٹی شعبۂ تاریخ کے سابق سربراہ جناب پروفیسر محمد اسلم صاحب گزشتہ ماہ کے شروع میں دل کا دورہ پڑنے سے وفات پاگئے۔ مرحوم بہت سی خوبیوں کے مالک اور مجلسی آدمی تھے۔ بانی جامعہ حضرت اقدس نور اللہ مرقدہٗ سے بہت زیادہ نیازمندانہ تعلق رکھتے تھے۔ ہر جمعہ کو باقاعدہ اُن کی مجلس ذکر اور درس حدیث میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کو معاف فرماکر کرم کا معاملہ فرمائے اور اُن کے پسماندگان کو صبرِ جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

○ ۱۹ اکتوبر کو حضرت مولانا محمد موسیٰ صاحب روحانی بازی استاذ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور دل کا دورہ پڑنے سے وفات پا گئے۔ اِنّا للہ و اِنّا الیہ راجعون مولانا تمام زندگی درس و تدریس کی خدمات انجام دیتے رہے۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن کی خدمات کو قبول فرما کر آخرت کے بلند درجات نصیب فرمائے اور پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔ جملہ مرحومین کے لیے جامعہ میں قرآن خوانی کے بعد ایصالِ ثواب کیا گیا قارئین سے بھی یہی درخواست ہے۔

○ جامعہ کے مدرس مولانا خالد محمود صاحب کی نانی صاحبہ ۲۱ اکتوبر کو ۹۰ برس کی عمر پاکر وفات پاگئیں اناللہ و اِنّا الیہ راجعون مرحومہ بہت سادہ خاتون تھیں۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرماکر وہاں کے بلند درجات نصیب فرمائے اور پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔ آمین

بقیہ: درسِ حدیث

میں پہنچا دیا اُنہیں جو اُن کا مقام نہیں تھا فرماتے تھے کہ میرے بارے میں دو قسم کے آدمی ہلاک ہو جائیں گے، ایک مُحِبِّ مفرط جو حد سے زیادہ محبّت میں غلو کرتا ہے اور یُقَرِّظُنِی بِمَا لَیْسَ فِیَّ اور جو میرے میں نہیں ہے وہ میری تعریفیں کرتا ہے اور دوسرا مُبْغِضٌ یَحْمِلُہٗ شَنَاٰنِیْ عَلٰی اَنْ یَّبْہَتَنِیْ میرا بغض اُبھارتا ہے اُسے کہ میرے اُوپر بہتان باندھے تو وہ بھی برباد ہو جائے گا قیامت میں تو جواب دینا پڑے گا۔ یہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ہے اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح راہ پہ قائم رکھے ان حضرات سے صحیح محبّت اور استقامت دے اور آخرت میں اُن کے ساتھ محشور فرمائے۔

اعلانِ داخلہ

المعراج الیکٹرو ہومیوپیتھی میڈیکل کالج پراسپکٹس فری جوابی لفافہ بھیج کر منگوالیں۔ کورس ڈی۔ ای۔ ایچ ایم " بی۔ ای۔ ایچ۔ ایم ، ڈی۔ ڈی۔ ایس۔ سی۔ ڈاک کورس طلبہ و طالبات داخلہ لے سکتے ہیں۔ دو طریقے اپنائے ہیں : (۱) ریگولر کلاسز (۲) بذریعہ خط و کتابت۔ تعلیم بذریعہ ڈاک۔

پتہ : ڈاکٹر خالد سید مین بازار مالی پورہ لاہور

نوٹ : وفاق المدارس کے فارغ التحصیل علماء بھی داخلہ لے سکتے ہیں۔

کتنی بجلیاں تھیں جو ہر ایک سمت سے کوند کوند کر خرمن اسلام کو نذر آتش کرنا چاہتی تھیں لیکن علماء ربانی کی الہامی فراست اور دور اندیش فرزانگی نے اسلام، تعلیمات اسلام اور تہذیب اسلام کے دوامی اور سرمدی بقاء و تحفظ کے لئے سیاست نبویہ، (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) سے ایک نسخہ کیمیا حاصل کیا۔ وہ ایسے دیسی مدارس عربیہ کا قیام تھا جو حکومت اور سیاست کے ہر ایک اقتدار اور ارباب حکومت کے ہر ایک احسان سے آزاد رہ کر خالص اور ٹھیٹ مذہبی دستورُ العمل کے بموجب نونہالان ملت کی تربیت کریں۔

دنیا اس مفلس اور بے نوا جماعت پر خندہ زن تھی مگر ان پاکباز اللہ والوں نے بے نظیر جاں فشانی اور بے مثال ایثار اور خلوص سے ایک صدی سے بھی کم میں ہندوستان کے طول و عرض میں آزاد مدارس عربیہ کا وہ نظام قائم کر دیا جس کی نظیر نہ دنیا کا کوئی اسلامی ملک پیش کر سکتا ہے اور نہ اقوام عالم کی کوئی تاریخ اس کی مثال آسانی سے لا سکتی ہے۔

جبکہ ہندوستان کا تعلیمی نظام غریبوں پر اعلیٰ تعلیم کے دروازے بند کر رہا تھا۔ کالجوں اور اسکولوں کی گرانقدر فیس نادار اور مفلس نونہالان ملت کے لئے جہالت اور ذلت کی موت کا فیصلہ صادر کر رہی تھی۔ یہ حامیان ملت اور وارثان انبیاء علیہم السلام ان درماندہ اور پامال بچوں کو آغوش شفقت میں چھپا کر ان کو عالم دین اور زعماء ملت بنا رہے تھے۔

اگر سرکاری اسکولوں کے سارٹیفکیٹوں کی سرکاری اہمیت کو نظر انداز کر دیا جائے اور حقیقی قابلیت اور علمیت کو معیار قرار دے کر مقابلہ کیا جائے تو علماء ملت کی یہ پاکباز جماعت بجا اور صحیح طور پر فخر کر سکتی ہے کہ گزشتہ سو سال میں سرکاری اسکولوں اور کالجوں نے اربوں روپیہ طلباء کی جیب سے نکال کر جس قدر تعلیم دی ہے اس سے کہیں زیادہ ان بے نوا علماء نے علم کی اشاعت کی ہے۔ جن کا سرمایہ توکل علی اللہ اور اعتماد علی اللہ رہا ہے اور جنہوں نے فیس کے بجائے طلباء کی جملہ ضروریات حتی کہ پڑھنے کی کتابوں کا انتظام بھی اپنے ذمہ لے لیا ہے اور اپنی خود داری اور عزت پر خاک ڈال کر عام مسلمانوں سے بھیک مانگ مانگ کے اپنی اس ذمہ داری کو پورا کیا ہے۔

درحقیقت ان مدارس عربیہ کا قیام مسلمانوں کے لئے نعمت عظمیٰ ثابت ہوا۔ ہر اسلامی تہذیب و معاشرت کے جو کچھ آثار آج ہندوستان میں نظر آرہے ہیں وہ انہیں مدارس کی برکت ہے علم دین اور پابندی شریعت کی وہ روشنی جو دوسرے آزاد ممالک کو بھی نصیب نہیں ہندوستان کو اس امتیازی شان کے ساتھ صرف انہیں مدارس کے ذریعہ سے حاصل ہوئی ہے اور جب تک ان مدارس کا نظام ہندوستان میں آزادانہ طور پر باقی ہے۔ اس روشنی [illegible]

انوارِ مدینہ

حضرۃ مولانا محمد موسٰی روحانی بازی رحمہ اللہ استاذ حدیث جامعہ اشرفیہ لاہور

○

نبیؐ کا باغ انوارِ مدینہ　　کتابِ نورؐ انوارِ مدینہ
فروغ دین انوارِ مدینہ　　شکوہِ شرع انوارِ مدینہ
حیاتِ قلب و پیغام مدینہ　　پیامِ وصل انوارِ مدینہ
ہوئی سیراب کشت علم و حکمت　　طفیلِ فیضِ انوارِ مدینہ
جو بھٹکے پھر رہے تھے ظلمتوں میں　　ہے ان کی شمع انوارِ مدینہ
وہ جنکی آستیں میں بت چھپے تھے　　ہے ان پر ضرب انوارِ مدینہ
اگر ذوقِ مے آشامی ہو حاصل　　تو بھر ساغر زِ انوارِ مدینہ
اٹھا وہ ابر مدنیؒ کے چمن سے　　کہ برسے اُس سے انوارِ مدینہ
ہلالِ دین اور مہتابِ قرآن　　عروسِ علم انوارِ مدینہ
ہوئی دین آشنا ارضِ صحافت　　بفیضِ نورِ انوارِ مدینہ
دبستانوں میں جن کا نور چمکا　　ہے وہ قندیل انوارِ مدینہ
حسین احمدؒ کا گلشن اللہ اللہ　　ہے اِک گلدستہ انوارِ مدینہ

جہاں ہمدوش ہیں وعدہ اور وعیدیں
وہ بزم و رزم انوارِ مدینہ

سر کے گنج کو چھپانے کا ایک جدید طریقہ

(HAIR BY HAIR PROCESS)

شریعت کی نظر میں

حضرت مولانا ڈاکٹر عبد الواحد زید مجدہم
مدرس و نائب مفتی و فاضل جامعہ مدنیہ

طریقہ کی تفصیل ۔
نیویارک میں ایک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ میں ایک کاسمیٹکس سرجن کے تجربہ کے مطابق ایک مصنوعی جھلی یا جلد میں انسانی بال قدرتی انداز سے پلانٹ کیے (یعنی گاڑے) جاتے ہیں ۔ اس وجہ سے بالوں کا کوئی بھی سٹائل بنایا جا سکتا ہے۔ اس مصنوعی جلد یا جھلی میں مسام بھی بنے ہوتے ہیں جن کے راستے سے پسینہ اور پانی کا اخراج ہوتا ہے۔ سر پر موجود اصل بالوں کو ایک خاص مطلوبہ حد تک کتر دیا جاتا ہے ۔ پھر اس جھلی کو ایک خاص سرجیکل لیکوئیڈ (LIQUID) کے ذریعے سر کے اصل بالوں کے ساتھ ان کی جڑوں تک جوڑ دیا جاتا ہے۔

یہ جھلی لگانے کے بعد دو مہینے آسانی سے نکل جاتے ہیں جب تک کہ نیچے کے بال بڑھ نہ جائیں۔ جب بال نیچے سے بڑھ جاتے ہیں تو جھلی اُتار کر سر پر موجود اصل بالوں کو مطلوبہ حد تک کتر کر جھلی کو دوبارہ ADJUST کر دیتے ہیں یعنی جوڑ دیتے ہیں ۔
(بحوالہ روزنامہ جنگ ۱۳ ستمبر ۹۸ء اتوار میگزین)

اس طریقہ کو پاکستان میں چلانے والے ایک ڈاکٹر ناصر رشید صاحب ہیں جنہوں نے ہمارے ٹیلی فون پر استفسار پر بتایا کہ جھلی جب بالوں کے ساتھ جڑ جاتی ہے تو LIQUID کی وجہ سے پانی اصل بالوں تک سرایت نہیں کرتا اور وہ واٹر پروف (WATER PROOF) ہوتا ہے۔

شرعی حکم

اس طریقہ کا استعمال حرام اور ناجائز ہے جس کی وجوہات مندرجہ ذیل ہیں۔

جھلی یا مصنوعی جلد پر انسانی بال گاڑے گئے ہیں اور کسی دوسرے شخص کے بالوں کو اپنے سر میں لگانا منع ہے۔ ایسا کرنے والوں پر خدا کی لعنت ہونے کا حدیث میں تذکرہ آیا ہے۔

۲۔ یہ جھلی جس پر انسانی بال گڑے ہوئے ہوتے ہیں دس ڈالر فی انچ کے حساب سے اس کا معاوضہ لیا جاتا ہے۔ بہرحال انسانی بالوں کی خرید و فروخت اس طریقہ کا ایک جزو ہے جبکہ انسانی بالوں کی خرید و فروخت شرعًا ناجائز ہے۔

۳۔ واٹر پروف ہونے کی وجہ سے پانی بالوں تک نہیں پہنچتا، حالانکہ جس شخص کو غُسل کی حاجت ہو اس کے لیے بالوں تک پانی پہنچانا ضروری ہے۔

وضو میں پورے سر کا مسح کرنا سُنّت ہے۔ اس جھلی کو استعمال کرنے والا شخص اگر جھلی چھوٹی ہونے کی وجہ سے گو فرض مقدار کا مسح کر لیتا ہو لیکن ایک سُنّت عمل سے اپنے آپ کو مستقل طور سے محروم کر لیتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

○

دُعاءِ صحّت کی اپیل

جناب محمد اقبال صاحب مدظلہم جو حضرت اقدس بانی جامعہ کے قدیم نیاز مند ہیں اور جامعہ کے زیرِ نگرانی چلنے والے "فری عبدالمجید ہسپتال" کے روحِ رواں ہیں گزشتہ ایک ماہ سے علیل ہیں۔ قارئین کرام سے اُن کے لیے دُعاءِ صحّت کی خصوصی درخواست ہے۔

شہدائے افغانستان

امریکی میزائیلوں کے حملے میں شہید ہونے والوں کی فہرست پشاور دفتر سے عرب مجاہدین نے ہمیں ارسال کی تھی وہ اُردو ترجمہ کر کر قارئین کی خدمت میں پیش کی جارہی ہے ——— ادارہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پاکستان: دفتر پشاور

تاریخ: ۱۸ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۹ھ ۹ ستمبر ۱۹۹۸ء بروز بدھ

الحمد للہ وکفٰی والصلوٰۃ والسلام علی المصطفٰی، اما بعد:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۝

سوڈان میں دواساز فیکٹری اور افغانستان میں مدارسِ دینیہ پر امریکی جارحانہ حملے کے نتیجے میں دسیوں افراد نے شہادت فی سبیل اللہ کا جام نوش کیا اور سینکڑوں افراد زخمی ہوتے جن میں بچے، بوڑھے اور نومسلم یورپی نوجوان بھی شامل ہیں جو افغانستان کے مدارسِ دینیہ میں علمِ شرعی اور جہادی ٹریننگ جو کہ ہر مسلمان پر واجب ہے حاصل کرنے آتے تھے، اُنھوں نے اِس سلسلے میں اللہ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان پر عمل کیا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں" وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ" (دشمنوں کے لیے جہاں تک تمہارے بس میں ہے قوّت کے ساتھ تیاری رکھو) اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے" اَلَا اِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْيُ" (جان لو بیشک نشانہ تک رسائی ہی قوّت ہے) مزید ارشاد ہے" مَنْ مَاتَ وَلَمْ يَغْزُ وَلَمْ يُحَدِّثْ نَفْسَهُ بِالْغَزْوِ مَاتَ عَلٰى شُعْبَةٍ مِّنَ النِّفَاقِ" (جو اس حال میں مرا کہ نہ تو اُس نے کبھی جہاد کیا ہو اور نہ ہی اُس کے دِل میں جہاد کی تڑپ پیدا ہوئی ہو تو وہ ایک طرح سے منافق کی موت مرا)

بعض ساتھیوں نے افغانستان سے اس حملے کی شہداء کی فہرست بھیجی ہے جو ذیل میں درج کی جارہی ہے۔

نمبر شمار	نام	اسلامی کیفیت	پتہ	عمر	ازدواجی حیثیت	اولاد
۱	ابوبکر ہوبکنز	نومسلم انگریز	بریڈفورڈ برطانیہ	۲۷ سال	شادی شدہ	x
۲	حمزہ	نومسلم	لندن برطانیہ	۲۴ ″	کنوارہ	x
۳	ڈاکٹر داؤد	نومسلم انگریز	″	۴۸ ″	شادی شدہ	تین بچے
۴	محمد میاں	بنگلہ دیشی مسلم	برطانوی شہریت	۲۲ ″	کنوارہ	x
۵	سجاد شریف	پاکستانی مسلم	″	۲۵ ″	شادی شدہ	x
۶	ابوعبدالرحمٰن	نومسلم	برمنگھم برطانیہ	۲۴ ″	کنوارہ	x
۷	آدم نورسن	″	مانچسٹر برطانیہ	۱۸ ″	″	x
۸	یوسف نورمان	″	براسٹون برطانیہ	۲۲ ″	نومسلمہ انگریز بیوی	ایک بچی
۹	ابوجہاد	″	ماردینی فرانس	۱۸ ″	کنوارہ	x
۱۰	صلاح الدین	″	شیفلیڈ برطانیہ	۲۳ ″	شادی شدہ	ایک بچہ
۱۱	عمر عبدالرحمٰن سیمسول	″	برطانیہ	۲۰ ″	″ ″	x
۱۲	یوسف بولن	″	باریس فرانس	۲۷ ″	فرانسیسی بیوی	تین بچے
۱۳	اکبر ولی شاہ	پاکستانی مسلم	ہالینڈ شہریت یافتہ	۲۶ ″	نومسلمہ انگریز بیوی	ایک بچی
۱۴	عمر بلھر	نومسلم	برلین المانیہ	۲۸ ″	″ ″ ″	تین بچے
۱۵	بیار اسلام	″	لیون فرانس	۳۰ ″	فرانسیسی مسلمہ بیوی	چار بچے
۱۶	جون ابوعبدالرحمٰن	″	ڈربی برطانیہ	۲۳ ″	کنوارہ	x
۱۷	ابوعمر الیمنی		یمن	۲۸ ″	شادی شدہ	تین بچے
۱۸	خالد بن ولید	نومسلم	باریس فرانس	۲۶ ″	نومسلمہ انگریز بیوی	x
۱۹	ابوحمزہ شامی		کینیڈا شہریت یافتہ	۳۶ ″	″ ″ ″	پانچ بچے
۲۰	جہاد داود	نومسلم	امریکہ	۲۸ ″	نومسلمہ کینیڈی بیوی	x
۲۱	محمد سقانی	افغانی مسلم	افغانستان	۱۷ ″	کنوارہ	x
۲۲	محمود عمر	افغانی مسلم	″	۱۶ ″	″	x
۲۳	علی الندوی	ہندوستانی مسلم	″	۱۸ ″	″	x

یہ بعض شہدا کے نام ہیں ہم اللہ سے سوال کرتے ہیں کہ ان کو جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، جونہی ہمیں کابل دفتر سے دوسرے شہداء کی فہرست موصول ہوگی انشاء اللہ وہ بھی شائع کر دیں گے۔

آپ کا بھائی ابومصعب المصری حال وارد پشاور

حاصل مطالعہ

مولانا نعیم الدّین صاحب ، فاضل و مدرس جامعہ مدنیہ

سلطان محمودؒ کا عدل و انصاف

"ایک رات سلطان محمود غزنویؒ (م ۴۲۱ھ) سو رہا تھا کہ یکایک اُس کی آنکھ کھل گئی، پھر لاکھ چاہا کہ دوبارہ نیند آجائے، مگر نیند کوسوں دُور نکل چکی تھی۔ بستر پر تڑپتا اور کروٹیں بدلتا رہا، جب کسی طرح آنکھ نہ لگی تو اِس خُدا ترس بادشاہ کو خیال آیا کہ شاید کوئی مظلوم فریاد لایا ہے یا کوئی فقیر بھوکا آیا ہے۔ اسی لیے اس کی نیند اچٹ گئی۔ غلام کو حکم دیا "باہر جاکر دیکھو کون ہے"۔ غلام نے باہر جاکر دیکھا تو کوئی نہ تھا، واپس آکر کہا۔ "جہاں پناہ، کوئی شخص نہیں"۔ محمود نے پھر چاہا کہ سو رہے، مگر نیند نہ آنی تھی نہ آئی، وہی بے چینی اور گھبراہٹ پیدا ہوگئی، غلاموں کو دوبارہ کہا "اچھی طرح دیکھ آؤ کون دادخواہ آیا ہے"۔ غلام دوڑے ہوئے گئے۔ اِدھر اُدھر دیکھا اور واپس آکر بولے، "حضور کوئی نہیں ہے"۔ سلطان کو شُبہہ ہوا کہ شاید غلام تلاش کرنے سے جی چراتے ہیں، غصّہ میں خود کھڑا ہوا اور تلوار ہاتھ میں لیے ہوئے باہر آگیا، بہت تلاش کی، مگر کوئی شخص نظر نہ آیا، قریب ہی ایک مسجد تھی، اُس کے دروازہ پر آکر اندر کی طرف جھانکا

تو آہستہ آہستہ کسی کے رونے کی آواز آئی۔ قریب پہنچ کر دیکھا تو ایک شخص فرش پر پڑا ہوا نظر آیا، اُس کا منہ زمین سے لگا ہوا تھا، آنکھوں سے آنسو جاری تھے، آہیں بھر رہا تھا اور چپکے چپکے کہہ رہا تھا، ؎

اے کہ از غم نہ دیدۂ خواری　　از غمِ ما کجا خبر داری
خفتہ ماندی چو بخت ما ہمہ شب　　تو چہ دانی زِ رنج بیداری

پھر کہنے لگا کہ سلطان کا دروازہ بند ہے تو کیا سبحان کا دروازہ تو کھلا ہوا ہے اگر محمود وَلی سو رہا ہے تو حرج نہیں معبود اَزَلی تو جاگ رہا ہے۔

محمود یہ سُن کر اُس کے بالکل قریب پہنچ کر بولا محمود کی شکایت کیوں کرتا ہے، وہ تو ساری رات تیری تلاش میں بے چین رہا، بتا تجھے کیا تکلیف ہے ؟ کس نے ستایا ہے ؟ کہاں اور کس غرض سے آیا ہے ؟

یہ سُن کر وہ شخص اُٹھ کھڑا ہوا اور پھوٹ پھوٹ کر روتا ہوا بولا "حضور ! ایک درباری کے ہاتھوں ستایا ہوا آیا ہوں، مگر اُس کا نام نہیں جانتا، اُس نے میری عزّت خاک میں ملا دی۔ آدھی رات کو مستی کے عالم میں میرے گھر آتا ہے اور میری شریکِ زندگی کی عصمت کو داغدار کرنے کی کوشش کرتا ہے، اگر آپ نے اِس تلوار کی آب سے اس داغ کو نہ دھویا تو کل قیامت کے دن میرا ہاتھ ہوگا اور آپ کا گریبان، یہ سُن کر محمود کو مذہبی غیرت اور شاہی حمیّت کے جوش سے پسینہ آگیا۔ غُصّے سے کانپتی ہوئی آواز میں بولا۔ "بتا کیا اس وقت بھی وہ ملعون وہیں ہوگا ؟" اُس شخص نے جواب دیا، اب تو بہت رات گزر گئی، شاید چلا گیا ہو، لیکن مجھے ڈر ہے کہ وہ پھر آئیگا"

سلطان نے کہا " اچھا اس وقت تو جاؤ، مگر جس روز جس وقت وہ آئے مجھے فوراً اطلاع کرو" اُس شخص نے سلطان کو دُعا دی اور رُخصت ہو کر چلا ہی تھا کہ سلطان نے ٹھہرنے کا حکم دیا اور پہرہ داروں سے کہا کہ

"دیکھو یہ جس وقت بھی آئے خواہ میں سوتا ہوں یا جاگتا ہوں، فوراً اس کو مجھ تک پہنچاؤ۔" اتنا کہہ کر محمود اندر آیا، اور وہ شخص اپنے گھر چلاگیا۔ تیسری رات وہ شخص شاہی محل سرا کے دروازہ پر پہنچا پہرے داروں نے اس کی شکل دیکھتے ہی سلطان کی خدمت میں پہنچا دیا۔ سلطان جاگ رہا تھا، تلوار لے کر اُٹھ کھڑا ہُوا اور بولا چلو! راتوں کو اِس شکار کرنے والی لومڑی تک۔ مجھے لے چلو۔" یہ سُن کر وہ شخص آگے ہولیا اور سلطان اس کے پیچھے پیچھے روانہ ہُوا، گھر پہنچ کر اُس شخص نے سلطان کو وہ جگہ بتائی جہاں وہ ظالم شخص خزانہ کا سانپ بنا ہُوا سو رہا تھا۔ سلطان نے تلوار کا ایک بھرپور ہاتھ ایسا جمایا کہ تمام فرش پر انصاف کا لالہ زار کھل گیا، اس کے بعد سلطان مڑا اور مظلوم صاحبِ خانہ کو بلا کر فرمایا "اب تو محمود سے خوش ہو۔" یہ کہہ کر محمودؒ نے مصلّیٰ منگوایا، ایک طرف بچھا کر دو رکعت شکرانہ کی نماز پڑھی پھر اس شخص سے مخاطب ہو کر پوچھا "گھر میں کچھ کھانے کو ہو تو لاؤ۔" اُس شخص نے جواب دیا "ایک چیونٹی سلیمان کی کیا خاطر کر سکتی ہے، جو کچھ ہے حاضر کرتا ہوں۔" یہ کہہ کر دسترخوان ڈھونڈھ کر سوکھی روٹی کے کچھ ٹکڑے لیے ہوئے آیا اور سلطان کے سامنے رکھ دیے۔ سلطان نے اس درجہ رغبت اور شوق سے یہ ٹکڑے کھائے کہ شاید عمر بھر میں کوئی لذیذ غذا اس طرح نہ کھائی ہوگی، کھانے سے فارغ ہو کر سلطان نے اس شخص سے کہا، معاف کرنا میں نے تمہیں کھانے کے لیے تکلیف دی، لیکن سُنو! بات یہ ہے کہ جس روز تم ملے اور اپنا دُکھڑا سُنایا اس وقت سے مَیں نے قسم کھائی تھی کہ جب تک اس خبیث کے سَر کو اُس کے شانے سے جُدا کر کے تمہارے گھر کو پاک نہ کر دوں گا۔ رزق کو حرام سمجھوں گا، پھر دو رکعت نماز مَیں نے شکرانہ میں پڑھی جس پر تم

حیران ہو رہے ہو گے، لیکن سُنو! اس شخص کے متعلق مجھے اندیشہ تھا کہ میرے بیٹوں میں کوئی ہو گا، میں اپنے دل میں کہتا تھا کہ میرے درباریوں اور مصاحبوں کو اتنی جرأت نہیں ہو سکتی کہ وہ میرے مزاج سے واقف ہوتے ہوئے ایسی حرکت کریں۔ میں جس قدر زیادہ سوچتا گیا اسی قدر میرا یقین بڑھتا گیا کہ اتنی بڑی گستاخی کی ہمّت صرف بادشاہ کی اولاد کو ہو سکتی ہے۔ کیونکہ یہ عام طور پر غرور کے نشہ میں مست رہتے ہیں چنانچہ میں تمہارے ساتھ یہاں اپنے کسی فرزند کو قتل کرنے کے ارادہ سے آیا تھا، جب میں نے صورت دیکھی تو معلوم ہوا کہ یہ میرا فرزند نہیں، کوئی غیر شخص ہے۔ اس لیے میں نے خُدا کا شکر ادا کیا، (جوامع الحکایات ولوامع الروایات از سدید الدین محمد عوفی ورق ۹۴، قلمی نسخہ دار المصنفین نیز دیکھو اُردو ترجمہ جلد اوّل شائع کردہ انجمن ترقی اردو ص ۱۴ - ۳۸)،، [1]

حلم وعفو

"حضرت خواجہ معین الدّین رح چشتی (م ۶۲۷ھ) کی طبیعت میں حلم وعفو کی درویشانہ صفتیں انتہائی درجہ تک تھیں، ایک بار ایک بد باطن شخص اُن کو قتل کرنے کے ارادہ سے آیا، حضرت خواجہؒ کو اس کا علم نورِ باطن سے ہو گیا، وہ شخص جب نزدیک آیا تو بہت ہی اخلاق سے پیش آئے اور اپنے پاس بٹھا کر فرمایا جس ارادہ سے آئے ہو اُس کو پُورا کرو، یہ سُنتے ہی وہ شخص کانپنے لگا، سر بسجود ہو کر عاجزی سے بولا کہ مجھ کو لالچ دے کر آپ کو ہلاک کرنے کے لیے بھیجا

---

[1] ہندوستان کی بزم رفتہ کی سچی کہانیاں حصہ دوم ص ۱۱تا۱۴ یہ واقعہ تاریخ فرشتہ ج ا ص ۱۴۵ پر بھی قدرے تغیر کے ساتھ درج ہے۔

گیا تھا، یہ کہہ کر بغل سے چھری نکالی اور سامنے ڈال دی، پھر قدموں پر گر کر کہنے لگا کہ آپ مجھ کو اس کی سزا دیجیے، بلکہ میرا کام ہی تمام کر دیجیے، خواجہ صاحب نے فرمایا کہ ہم درویشوں کا شیوہ ہے کہ ہم سے کوئی بدی بھی کرتا ہے تو ہم اُس کے ساتھ نیکی سے پیش آتے ہیں، تم نے تو میرے ساتھ اب تک کوئی بُرائی نہیں کی، یہ کہہ کر اس کے لیے دُعائیں کیں وہ شخص بہت متأثّر ہُوا اور اسی وقت سے خدمت میں رہنے لگا، حضرت خواجہؒ کی دُعاؤں کی بدولت اُس کو متعدّد بار حج کرنے کی سعادت حاصل ہُوئی۔ اسی مقدس سر زمین میں پیوند خاک ہُوا۔

(سیر الاقطاب ص ۱۳۴ - ۱۳۳) [۱]

تندرستی ہزار نعمت ہے

حدیث شریف میں آتا ہے جناب رسالتمآب صلّی اللہ علیہ وسلّم ارشاد فرماتے ہیں۔

"مَنْ اَصْبَحَ	تم میں سے جس نے اس حال میں صُبح کی ہو کہ [۱] اُسے اپنے
مِنكُمْ مُعَافًا فِیْ	جسم و بدن میں عافیت دی گئی ہو (یعنی اُسے کسی قسم کی جسمانی
جَسَدِہٖ آمِنًا فِیْ	بیماری یا تکلیف نہ ہو) اور [۲] وہ اپنی جان کے بارے میں بالکل
سِرْبِہٖ عِنْدَہٗ قُوْتُ	بے خطر اور مطمئن ہو (یا یہ کہ اُسے راستہ میں ہر طرح کا امن و امان
یَوْمِہٖ فَکَاَنَّمَا	حاصل ہو) اور [۳] اس کے پاس ایک دن کے کھانے پینے کا
حِیْزَتْ لَہُ	سامان موجود ہو تو وہ سمجھ لے کہ اُسے گویا دُنیا جہان کی ہر
الدُّنْیَا" [۲]	نعمت عطا کر دی گئی ہے

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کا یہ فرمان ایک سو ایک فیصد صحیح اور برحق ہے، راقم کی نظر سے گجرات کے ایک بادشاہ کا واقعہ گزرا جس سے اس حدیث مبارک کی صداقت کا اظہار ہوتا

---

[۱] ہندوستان کی بزمِ رفتہ کی سچی کہانیاں حصّہ اوّل ص ۲۷ [۲] ابن ماجہ ص ۳۱۵

ہے جی چاہا کہ نذرِ قارئین کیا جائے، ملاحظہ فرمائیے۔

"گجرات کا حکمران سلطان قطب الدّین بن محمّد شاہ بسترِ مرگ پر بڑی تکلیف میں مُبتلا تھا، اِسی حالت میں اُس کی نظر اپنے محل کے جھروکے سے سابھر ندی کے ساحل پر گئی جس پر محل واقع تھا، دیکھا کہ ایک لکڑہارے نے سر پر لکڑیوں کا ایک بھاری بوجھ لادے ہُوئے بڑی مشقت سے ندی کو عبور کیا، کنارے آکر بوجھ کو زمین پر ڈالا اور کمر سے سوکھی روٹی نکال کر پیاز سے کھانے لگا، اُس کو خُوب بھُوک لگی تھی اس لیے بڑی رغبت سے کھایا، پھر ندی کے کنارے آیا اور سیر ہو کر پانی پیا اور ایک دیوار کے سایہ کے نیچے سو گیا۔ سلطان نے اس کو دیکھ کر کہا کہ کاش میری بادشاہت اِس لکڑہارے کو دے دی جاتی اور اِس کی تندرستی مجھ کو عطا کر دی جاتی اور میں لکڑہارے ہی کے کام میں لگ جاتا۔" [1]

چرا نالد کسے از تنگدستی کہ گنجِ بے شمار است تندرستی [2]

(تنگدستی کی وجہ سے کوئی کیوں روتا ہے (کیا اُسے معلوم نہیں کہ) تندرستی بیشمار خزانہ ہے۔)

"انوارِ مدینہ" میں

اشتہار

دے کر اپنی تجارت کو فروغ دیجئے

[1] مرآۃ سکندری بحوالہ ہندوستان کی بزمِ رفتہ کی سچی کہانیاں ج ۱ ص ۱۶۲

اخبار الجامعہ

محمد عابد، متعلّم جامعہ مدنیہ

○ ۱۳ / جمادی الثانیہ ۱۴۱۹ھ ۵/ اکتوبر ۱۹۹۸ء بروز پیر حضرت نائب مہتمم صاحب حرمین شریفین ہوتے ہوئے انگلینڈ کے دَورہ سے واپس تشریف لے آئے آپ ۳۰/ اگست کو دورہ پر تشریف لے گئے تھے ۔

○ اسی روز کراچی سے جناب آفتاب صاحب تشریف لائے اور حسبِ معمول جامعہ میں قیام فرمایا اور ۷/ اکتوبر کو واپس تشریف لے گئے ۔

○ ۱۵/ جمادی الثانیہ کو جناب سلیم صاحب (ماڈرن کیمیکل کمپنی کراچی) تشریف لائے ۔

○ حضرت مولانا عبد الحق صاحب مدنی رحمہ اللہ کے صاحبزادے اور حضرت مولانا سید رشید میاں صاحب مہتمم جامعہ کے ماموں مولانا محمد اسمٰعیل صاحب (فاضلِ دیوبند) جو کچھ روز پہلے دیوبند سے تشریف لائے تھے ۔ ۲۰ جمادی الثانیہ کی صبح واپس ہندوستان تشریف لے گئے ۔

○ ۲۰ جمادی الثانیہ کو حضرت مولانا عبد الرشید صاحب نعمانی ظلہم کے ـــــ چھوٹے بھائی حضرت مولانا عبد الحلیم صاحب چشتی مدظلہم تشریف لائے اور نائب مہتمم صاحب سے آپ کے دفتر میں ملاقات کی، آپ حضرت اقدس بانیٔ جامعہ قدس سرہ کے دار العلوم دیوبند میں شرح چغمینی اور صدرا میں ہم سبق رہے ہیں آپ نے جامعہ کے دیگر اساتذہ سے بھی ملاقات کی جامعہ کا مختصر دورہ کیا اور خوب دُعائیں دیں اور مسرت کا اظہار فرمایا ۔

○ ۲۶ جمادی الثانیہ کو کراچی سے یوسف صاحب ماڈرن کیمیکل کمپنی کراچی تشریف لائے اور جامعہ میں شام کا کھانا تناول فرمایا ۔ اسی روز حافظ اخلاق احمد صاحب (جو کراچی میں کپڑے کی تجارت کرتے ہیں) تشریف لائے اور جامعہ میں مقیم رہے، ہر دو حضرات نے جامعہ کی تعمیرات دیکھیں اور حُسنِ انتظام سے بہت متأثر ہوئے اور جامعہ کی تعلیمی سرگرمیوں پر خوشی و مسرت کا اظہار فرمایا ۔

○ ۲۷ جمادی الثانیہ کو صبح فجر بعد حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی دامت برکاتہم کے نواسے جناب حضرت مولانا سلمان صاحب ندوی مدظلہم استاذ الحدیث ندوۃ العلماء لکھنو تشریف لائے اور حضرت نائب مہتمم صاحب سے ملاقات کی، آپ نے جامعہ کا دورہ کیا اور تعمیرات دیکھیں اور اس پر خوشی و مسرت کا اظہار فرمایا ۔

بزمِ قارئین

عزیزم مولانا سیّد محمود میاں صاحب دام مجدہم

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اُمّید ہے آپ مع تمام اخوان خُوب خیریت سے ہوں گے۔ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۹ھ کا شمارہ "انوارِ مدینہ" موصول ہُوا خوشی کی انتہا نہ رہی ماشاء اللہ آپ نے حرف آغاز خوب ہی لکھا ہے۔ دادا جان کی یاد تازہ کردی۔ تین مضمون مزید بھیج رہا ہوں ان سے مضمون "اسلامی نظام کیوں؟" جلد سے جلد یعنی رجب کے شمارہ میں شائع کردیں باقی جو دو مضمون ہیں۔ اُن کو بھی نمبر پر لگا دیں "ایک مسلمان کس طرح اپنی زندگی گزارے" یہ تو لاکھوں کی تعداد میں پمفلٹ کی صُورت میں چھپنا اور بٹنا چاہیے ڈاکٹر عبدالواحد صاحب نے غامدی کے افکار و نظریات کی ماشاء اللہ خوب تردید کی ہے۔ جہاں تک احقر کے دل میں آتا ہے ایسے لوگوں کو مستشرقین نے اور فری میسن کے ذمہ داروں نے پیسے دے کر تقلیب اسلام اور تحریفِ احکام پر لگایا ہے ان لوگوں کا ہمیشہ پیچھا کرنے کی اور اُمّت کو اُن کے دجل و فریب سے بچانے کی سخت ضرورت ہے۔

دُعاؤں میں یاد فرمائیں

والسّلام

(حضرت مولانا محمّد عاشق الٰہی (مدظلہم)

اہلِ علم کے لئے عظیم خوشخبری

امام بخاری و مسلم و ابوداؤد و ابن ماجہ کے استاذ کبیر کی تصنیف • فقہ حنفی کی تبویب و تائید

دنیائے اسلام کا سلسلہ احادیث میں بے مثال مجموعہ • مسائل اجماعیہ و اختلافیہ پر مکمل رد

فقہ حنفی

خصوصیات

پاکستان میں پہلی بار
بدیدہ کمپیوٹر کتابت، پیراگرافی
قدیم قلمی نسخوں سے مکمل تصحیح
ہر باب پر نمبر، ہر حدیث پر نمبر
رئیس المناظرین حضرت مولانا محمد امین
صاحب اوکاڑوی کے مشورہ سے درج ذیل

اضافہ جات

درهم الصرة في وضع اليدين
تحت السرة مع ترصيع الدرة
على درهم الصرة ومعيار
النقاد في تمييز المغشوش
من الجياد
(تالیف علامہ محمد ہاشم سندھی)
النكت الطريفة
جواب كتاب الرد على أبي حنيفة
رأيت بوضوح
(تالیف علامہ محمد زاہد کوثری)

تعداد احادیث تقریباً
تیس ہزار ۳۰,۰۰۰

تعداد ابواب تقریباً
چار ہزار ۴,۰۰۰

تعداد صفحات تقریباً
چھ ہزار ۶,۰۰۰

خوبصورت کامل ۹ جلد
قیمت/۲۴۰۰ روپے
علماء و طلباء کے لئے خصوصی رعایت

رعایت سے جلد فائدہ اٹھائیں
سٹاک محدود ہے

مُصَنَّف
ابن أبي شيبة
في الأحاديث والآثار

للحافظ
عبد الله بن محمد بن أبي شيبة
الكوفي العبسي
"المتوفى سنة ۲۳۵ھ"

مع رسائل مفيدة

نوٹ

غیر مقلدین نے جن احادیث کا انکار کیا تھا کہ ان کے مذہب کے خلاف تھیں۔ ان کے صحیح قلمی نسخوں کی نشاندہی کر کے ان کا راز فاش کر دیا گیا ہے اور قلمی نسخہ کا عکس بھی لگا دیا گیا ہے۔ نیز قارئین کی سہولت کے لئے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال کے موافق احادیث جو کہ امام ابن ابی شیبہ نے ذکر کی ہیں انتہائی محنت اور عرق ریزی سے تخریج کر کے النکت الطریفہ میں مصنف کے صفحہ نمبر درج کر دیا گیا ہے

ناشر طیب اکیڈمی بیرون بوہڑ گیٹ ملتان
فون ۵۴۰۵۱۲ - ۵۴۰۱

سٹاکسٹ ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان

جامعہ مدنیہ لاہور کیلئے تعاون کی اپیل

جامعہ مدنیہ لاہور کا شمار ملک کے عظیم دینی اداروں میں ہوتا ہے۔ اس کی ابتداء ۱۹۷۵ء میں ہوئی تھی۔ گویا اِس وقت جامعہ زندگی کی ۲۴ بہاریں پُوری کر کے پچیسویں میں داخل ہو رہا ہے۔ بحمداللہ اس عرصہ میں جامعہ سے سینکڑوں علماء اور کثیر تعداد میں حفاظ و قراء تیّار ہوئے۔ بفضلہ تعالیٰ جامعہ میں درسِ نظامی درجاتِ تکمیل اور درجاتِ تجوید و قرأت عشرہ و حفظ و ناظرہ و دینیات کا مکمّل انتظام ہے۔ حتّٰی کہ طب کی تعلیم بھی دی جاتی ہے۔ طلبہ خوشنویسی بھی سیکھتے ہیں۔

اس سال تقریباً ۱۰۰۰ طلبہ نے قابل و لائق اساتذہ کی زیرِ نگرانی مختلف شعبوں میں تعلیم حاصل کی، اُن میں ایک سو سے زائد طلبہ کے خورد و نوش و وظائف کپڑوں اور دیگر جملہ مصارف کا جامعہ کفیل رہا، لیکن گزشتہ چند سالوں میں ہوشربا گرانی نے اس درجہ پریشانی پیدا کر دی ہے کہ سب کارکنانِ مدرسہ اس بارے میں متفکر ہیں۔

اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ علومِ اسلامیہ کا یہ عظیم مرکز بیش از بیش علمی خدمات انجام دے اور مہمانانِ رسول ان قدسی علوم سے بہرہ ور ہوتے رہیں تو آپ خود بھی اس نیک کام میں پُوری قوّت سے مدد کیجیے اور اپنے احباب کو بھی اس کارِ خیر میں حصّہ لینے کی ترغیب دیجیے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب سے اپنے دینِ متین کی بیش از بیش خدمت لیں۔ آمین

ہم ہیں آپ کے مخلص

اراکینِ جامعہ مدنیہ، لاہور